

الحمد للہ والمنۃ کہ ایں کتاب مستطاب مؤلفہ استاذ الاساتذہ شیخ القراء حضرت الحاج
مولانا الحافظ القاری محمد عبدالخالق صاحب سہارنپوری رحمہ اللہ تعالیٰ مشتمل بر مسائل تجوید

مسمّٰی بہ

تیسیر التجوید (کامل)

بحاشیہ مفیدہ

فیض السعید

از

(قاری) محمد اسمٰعیل صادق خورجوی مکی
مدرس تحفیظ القرآن مکہ معظمہ

باہتمام

ابن المحشی مفتی محمد سالم میاں سلمہ اللہ تعالیٰ
متعلم جامعہ "ام القریٰ" مکہ معظمہ
طبع شد

رسالہ "بچوں کی تجوید" سے متعلق

گرامی نامہ بنام مولف

ازافضل القراء حضرت مولانا قاری محمد عمر صاحب تھانوی
(تلمیذ امام القراء حضرت مولانا قاری عبداللہ خاں مکی رح)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کرم گستر جناب قاری صاحب صادق

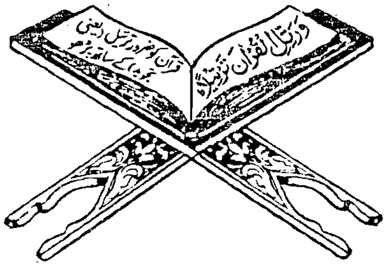
سلام مسنون۔ خدا حیاۃ طیبہ سے نوازے اور آپ کی عمر اور فیضان میں برکت ہو اللہ تعالیٰ لوگوں کو آپ کی قدر بخشے۔ ۹۵ فی صد لوگ قرآن صحیح نہیں پڑھتے۔ بہر حال آپ چراغ ہیں خورجہ میں رحمت ہیں۔ خدا فروغ نصیب کرے۔ آپ کی چھوٹی سی تصنیف "بچوں کی تجوید" میں بڑے مفید گر ہیں۔

خورجہ کے بزرگ جناب ...... اور ...... کا پڑھنا درست کرائیے آپ لوگوں کو نہ دیکھیے۔ اپنے کمال قرارت کو دیکھیے اور پڑھنے پڑھانے میں شرعی خلوص برتیے۔

مجھے آپ کی بڑی قدر ہے۔

نیازمند نام نہاد قاری محمد عمر تھانوی
۱۰ر رمضان ۱۴۰۱ھ

قاری محمد مصطفیٰ راسخ



الحمد للہ والمنۃ کہ ایں کتاب مستطاب مؤلفہ استاذ الاساتذہ شیخ القراء حضرت الحاج
مولانا الحافظ القاری محمد عبد الخالق صاحب سہارنپوری رحمہ اللہ تعالیٰ مشتمل بر مسائل تجوید

مسمّٰی بہ

تیسیر التجوید (کامل)

بحاشیہ مفیدہ

فیض السعید

از

(قاری) محمد اسمٰعیل صادق خورجوی
مدرس تحفیظ القرآن مکہ معظمہ

www.KitaboSunnat.com

باہتمام

ابن المحشی مفتی محمد سالم میاں سلمہ اللہ تعالیٰ
متعلم جامعہ "ام القریٰ" مکہ معظمہ

طبع شد

فہرست مضامین کتاب ھٰذا

محشی کا پتہ (قاری) محمد اسمٰعیل صادق نزد جامع مسجد **قصبہ خورجہ** ضلع بلند شہر یوپی۔ انڈیا

QARI MUHAMMAD ISMAEEL SADIQ

NEAR JAMA MASJID **KHURJA** Distt Bulandshahar(up)india

گرامی نامہ بنام محشیؒ

استاذ القراء حضرت قاری نیاز احمد صاحب نگینوی رحمہ اللہ تعالیٰ

سابق شیخ التجوید مسلم یونیورسٹی علی گڑھ ہندؒ

۷۸۶

عزیزم جناب قاری المقری محمد اسماعیل صاحب خورجوی زید لطفکم

بعد سلام و دعا ر حاشیہ فیض السعید پہنچا میں نے اس کا مطالعہ کیا بالکل صحیح اور مفید پایا۔ ماشاء اللہ آپ نے رسالہ تیسیر التجوید کے قابل وضاحت مقامات کو نہایت سہل انداز میں واضح فرما کر ایک اہم ضرورت کو پورا کیا ہے جس سے مجھ کو قلبی خوشی ہوئی۔ اللہ تعالیٰ اس کو قبول فرمائے اور آپ کی دیگر تصنیفات و تالیفات قواعد المبتدی و تجوید المبتدی و کتاب التحفہ علی روایتِ شعبہ (معروف بہ تنشیط المبتدی) وغیرہ کی طرح اس کو بھی شائقین کے حق میں نافع فرما دے۔ آمین۔

باقی حالات بدستور۔ میری جانب سے آپ کو دلی دعائیں۔

(قاری) نیاز احمد

سابق ایسوسی ایٹ لکچرار ان قرأت مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

۳ر جمادی الاولیٰ ۱۴۰۸ھ

ؒ شاگرد رشید شیخ القراء حضرت مولانا قاری محمد عبد المالک علی گڑھیؒ سابق صدر شعبۂ تجوید و قرآت مدرسہ عالیہ فرقانیہ لکھنؤ ۱۲

عرضِ محشّی عفا اللہ عنہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ۝ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوۡلِہٖ صَادِقِ الۡوَعۡدِ الۡاَمِیۡنِ ۝ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحۡبِہٖ وَاَتۡبَاعِہٖ اَجۡمَعِیۡنَ ۝

اَمَّا بَعۡدُ۔ ابوسالم محمد اسمٰعیل صادق خورجوی مقیم مکہ مکرّمہ عرض پرداز ہے کہ حق سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے ارشادِ عالی وَرَتِّلِ الۡقُرۡاٰنَ تَرۡتِیۡلًا ۝ کے ذریعہ اپنی عظیم کتاب قرآن کریم کو تجوید وترتیل کے ساتھ پڑھنے اور حقَّ تِلَاوَتِہٖ پر عمل پیرا ہونے کا حکم صادر فرمایا ہے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ عمل علم کے تابع ہے کہ جب تک علم نہ ہوگا عمل ناممکن ہے اسی واسطے حضرات علماء وقراء کرام نے قرآنِ حکیم کو صحیح وعمدگی کے ساتھ پڑھنے کے لیے رہنمایانہ اصول وقواعدِ تجوید اور ان کی متعلقہ تفصیلات مدوّن فرمائیں اور ان کے نشر واحیاء کے لیے اپنے نفوسِ قدسیہ وعمرِ عزیز کو وقف فرما دیا یہی وجہ ہے کہ ہر قرن اور ہر زمانہ میں اس مبارک علم پر نثر ونظم میں تقریبِ ضبط اور سہولتِ حفظ کی غرض سے مفصّل ومختصر اس قدر کتابیں لکھی گئی ہیں کہ جن کا شمار مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن ہے۔ فَجَزَاھُمُ اللّٰہُ تَعَالٰی خَیۡرَ الۡجَزَآءِ۔ اٰمین۔

اس اہم ترین سلسلۂ فن کی ایک قابلِ قدر سعی استاذِ استاذی شیخ القراء والمجودین حضرت الحاج مولانا حافظ قاری مقری محمد عبدالخالق صاحب علی گڑھی امام وخطیب مسجد جامع سہارنپور تلمیذ رشید فخر العجم شیخ القراء حضرت مولانا حافظ قاری مقری محمد عبداللہ خاں صاحب مہاجر مکی نوراللہ مرقدہما کا مؤلفہ پیشِ نظر رسالہ موسوم بہ "تیسیر التجوید" بھی ہے۔ جو اوّلاً ۱۳۵۶ھ میں زیورِ طباعت سے آراستہ ہوا لیکن اب ایک طویل عرصہ سے ہندوستان میں بالکل نایاب ہے اس لئے بعض مخلص احباب کی فرمائش پر اس کے وضاحت طلب مقامات کی تسہیل وتکمیل کی جسارت کرنے کے بعد کچھ حواشی قلمبند کر کے اپنے استاذِ محترم رئیس الحفاظ واستاذ القراء حضرت الحاج حافظ قاری احمد سعید خاں صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ بانی مدرسہ عربیہ فیضِ خالق خورجہ تلمیذ ارشد حضرتِ مؤلف رسالہ ہذا کے اسم گرامی پر "حاشیہ فیض السعید" سے موسوم کرتا ہوں اور اصل رسالہ وحاشیۂ مذکورہ کو اس دلی آرزو وتمنا کے ساتھ شائع کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں کہ اللہ رب العزت اس کو خلعتِ قبولیت سے مزین فرما کر اپنی رضا وتقرب کا ذریعہ بنائے اور طلبائے عزیز کو نفع تام پہنچائے آمین یا رب العلمین۔

ع ۱ اور دوسری بار مفید ترمیمات واضافات کے ساتھ غالباً ۱۳۶۸ھ میں طبع ہوئی ۱۲

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى مُحَمَّدِنِ الْمُجْتَبٰى صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى

امّابعد! احقر عبدالخالق غفرلہ ولوالدیہ واساتذتہ خادم قدیم مدرسہ تجوید القرآن واقع محلّہ قاضی سہارنپور نے اپنے ۵۴ سالہ تجربہ کے بعد یہ محسوس کرتے ہوئے کہ تجوید کے وہ رسائل جو آج کل جاری ہیں مبتدی طلبہ کے لئے زیادہ مفید نہیں کیونکہ بعض رسالے مشکل اور بعض طویل مگر پھر بھی بعض ضروری مسائل ان میں نہیں ملتے اس لیے پانچ باتیں مخارج حروف، حروف کی صفات لازمہ، صفات عارضہ، مدات، اوقاف مختصر اور آسان عبارت میں (کہ جس کو ابتدائی طالب علم بآسانی سمجھ لیں اور یاد کر سکیں) جمع کر دی ہیں اور ان کے ساتھ ساتھ بعض ایسے آداب و فوائد بھی شامل کر دیئے ہیں کہ جن کا جاننا ضروری ہے۔ نیز پہلی طباعت میں جو بعض کوتاہیاں سمجھی گئیں وہ بھی پوری کر دی گئی ہیں کیونکہ ان تمام باتوں پر ہی قرآن شریف کا صحیح پڑھنا موقوف ہے ان کو سات ابواب میں تقسیم کر دیا ہے۔

بابِ[1] اوّل وجوبِ تجوید اور آدابِ تلاوت و فضائل کے بیان میں

فصل[2] اوّل تجوید کے ضروری ہونے میں

جاننا چاہیے کہ قرآن شریف صحیح پڑھنے کی بڑی تاکید آئی ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے کلام پاک میں فرمایا ہے وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا یعنی قرآن شریف کو خوب سنبھال کر اچھی طرح سے پڑھو، جیسا کہ اس کا حق ہے اور قرآن شریف کا حق یہ ہے کہ تجوید کے ساتھ پڑھا جائے۔ جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس آیت کے یہ معنی بیان فرمائے ہیں هُوَ تَجْوِيْدُ الْحُرُوْفِ وَمَعْرِفَةُ الْوُقُوْفِ یعنی حروف کو ان کے مخارج اور جملہ صفات کے ساتھ ادا کرنا اور وقفوں کا طریقہ جاننا کہ وقف کس طرح کرنا چاہیے[3] جس کو عوام قرأت کہتے ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ تجوید کے ساتھ قرآن شریف پڑھنا ضروری ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ

---

[1] عربی میں "باب" دروازہ کو کہتے ہیں اور کتابوں میں اس حصّہ کو جس میں مختلف قسم کی باتیں اور مضامین درج ہوں"

[2] فصل کے معنی "جدا کرنا"، اور کتابوں میں اس کے لکھنے کی غرض ایک مضمون کو دوسرے مضمون سے جدا کرنا ہوتا ہے۔ اس میں ایک ہی قسم کی باتیں اور مضمون ہوتا ہے ۱۲

[3] نیز وقفوں کی جگہ پہچاننا کہ وقف کہاں کیا جائے ۱۲

نے اس کا حکم فرمایا ہے اور بہت سی حدیثوں میں بھی قرآن مجید کو صحیح پڑھنے کی تاکید آئی ہے[1]، اور غلط پڑھنے والے کے لیے سخت وعید آئی ہے یہاں تک کہ بعض علماء نے فرمایا ہے کہ غلط پڑھنے والا اس حدیث کا مصداق ہے۔

رُبَّ قَارِئٍ لِّلْقُرْاٰنِ وَالْقُرْاٰنُ يَلْعَنُهٗ[2]

بہت سے قرآن شریف پڑھنے والے ایسا پڑھتے ہیں کہ قرآن شریف ان پر (غلط پڑھنے کی وجہ سے) لعنت کرتا ہے۔

سو ایسی صورت میں ظاہر ہے کہ ثواب ہرگز نہیں مل سکتا بلکہ گنہگار ہوگا اللہ تعالیٰ کے حکم اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کی وجہ سے تمام فقہا فرماتے ہیں کہ علم تجوید کا سیکھنا ضروری اور فرض ہے کیونکہ بغیر اس علم کے پڑھے اور سیکھے قرآن شریف صحیح نہیں پڑھا جا سکتا، اسی کو امام فن علامہ جزری رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب "المقدمۃ الجزریہ" میں فرماتے ہیں ؎

وَالْاَخْذُ بِالتَّجْوِيْدِ حَتْمٌ لَّازِمٌ

مَنْ لَّمْ يُجَوِّدِ الْقُرْاٰنَ اٰثِمٌ

یعنی علم تجوید سیکھنا اور حاصل کرنا بہت ضروری ہے یعنی بقدر ما یجوز بہ الصلوٰۃ[3] تجوید کے ساتھ قرآن مجید پڑھنا فرض عین ہے اور اس کا علم فرض کفایہ ہے کما قال ملا علی قاری، العلم بہ فرض کفایۃ والعمل بہ فرض عین[4]۔ بلکہ اس کی دلیل فرضیت میں یہ آیت پیش کرتے ہیں اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ[5]

اور جو شخص قرآن شریف کو تجوید سے نہ پڑھے وہ بلاشک گنہگار ہے[6]۔ اور ہمارے فقہا فرماتے ہیں کہ قرآن شریف غلط پڑھنے سے معنیٰ بگڑ جاتے ہیں[7] اور بعض صورتوں میں ایسے معنیٰ بگڑتے ہیں کہ نماز بھی ٹوٹ

---

[1] جیسے اِقْرَؤُا الْقُرْاٰنَ بِلُحُوْنِ الْعَرَبِ (رواہ مالک فی موطا) یعنی قرآن کو اہل عرب کے لب و لہجہ میں پڑھو مطلب یہ ہے کہ انہیں کی طرح مخارج وصفات ادا کرو (حواشی مفیدہ از حضرت قاری اظہار احمد تھانویؒ) جن سے طبع دوم کے وقت استفادہ کیا گیا ۱۲

[2] باوجود تلاش کے اس حدیث کا حوالہ مجھے کتب حدیث میں نہیں مل سکا اور امام غزالیؒ نے اس کو حضرت انس بن مالکؓ کا قول فرمایا ہے۔ احیاء العلوم جلد اول صفحہ ۳۹۱ (ایضاً) ۱۲ [3] یعنی اس قدر کہ جس سے نماز صحیح ہو سکے ۱۲

[4] یعنی جیسا کہ حضرت ملا علی قاریؒ نے فرمایا ہے کہ "علم تجوید کا حاصل کرنا فرض کفایہ اور اس پر عمل کرنا فرض عین ہے۔ ۱۲

[5] ترجمہ: جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی وہ اس کی تلاوت اسی طرح کرتے ہیں جس طرح اس کی تلاوت کا حق ہے ۱۲

[6] یہ عبارت گذشتہ شعر کے دوسرے مصرعہ "مَنْ لَّمْ يُجَوِّدِ الْقُرْاٰنَ اٰثِمٌ" کا ترجمہ ہے ۱۲

[7] جیسے قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ میں حا کی جگہ ہا پڑھنا کہ اَحَدٌ کے معنیٰ "ایک" اور اَهَدٌ کے معنیٰ "بزدل"، وَقَتَلَ دَاوٗدُ جَالُوْتَ میں دوسری دال پر زبر اور دوسری تا پر پیش پڑھنا کہ اس سے معنیٰ بالکل برعکس ہو جاتے ہیں (باقی ص۷ پر)

جاتی ہے[1] لہٰذا اگر کوئی نماز میں قرآن شریف غلط پڑھے گا تو گنہگار ہوگا، پھر اگر معنیٰ نہ بگڑے تو نماز ہو جائے گی ورنہ بعض صورتوں میں نماز بھی ادا نہ ہوگی[2] اور لکھا ہے کہ اگر کسی شخص سے کوئی حرف صحیح ادا نہیں ہوتا تو اس کو تصحیح کی کوشش کرنا ضروری ہے اگر صحیح پڑھنے کی کوشش نہیں کرے گا تو وہ گنہگار ہوگا۔ البتہ اگر کوشش کے باوجود پھر بھی قدرت نہ ہو تو اس حالت میں صحیح ادا نہ ہونے سے گنہگار نہ ہوگا۔ اور لکھا ہے کہ جو شخص صحیح نہ پڑھتا ہو اس کو امام نہ بنانا چاہیے۔ اس بیان سے ظاہر ہوگیا کہ قرآن شریف صحیح پڑھنا ضروری اور فرض ہے۔ اور وہ علم تجوید سے حاصل ہوتا ہے لہٰذا علم تجوید کا سیکھنا ضروری ہوا۔

تجوید[4]:

تجوید کے معنیٰ یہ ہیں کہ حروف[5] کو ان کے مخارج[6] اور جمیع صفات[7] لازمہ و عارضہ کے ساتھ ادا کرنا۔ اس میں بہت احتیاط کرنا چاہیے کیونکہ بعض حروف ایسے ہیں کہ مخرج ان کا ایک ہے ان میں فرق صرف صفات[8] کی وجہ سے ہوتا ہے اگر ان صفات کا پورا خیال اور لحاظ نہ کیا جائے تو ایک حرف کی بجائے دوسرا حرف ہو جاتا ہے جیسا کہ تار کی جگہ طار، اور طار کی جگہ تار، اور سین کی جگہ صاد اور صاد کی جگہ سین ادا ہو جاتا ہے۔ اس قسم کی غلطی کی[9] یا اس کے مثل اور کھڑے کو پڑا پڑھ دیا اور پڑے کو کھڑا پڑھ دیا[10] یا زبر زیر پیش کو اتنا زائد کھینچ دیا کہ حرف پیدا ہوگیا[11] یا ساکن کو متحرک[12] اور متحرک کو ساکن کر دیا[13] تو گنہگار ہوگا اس قسم

(بقیہ حاشیہ ص۶ کا) حَمَّالَۃَ الْحَطَبِ میں طار کی جگہ تار پڑھنا کہ اس سے کلمہ مہمل یعنی بے معنی ہو جاتا ہے ۱۲

[1] مثلاً کتاب کبیری شرح منیۃ المصلی میں لکھا ہے کہ کسی نے اَللّٰہُ الصَّمَدُ میں صاد کی جگہ سین پڑھ دیا تو نماز فاسد ہو جائے گی (تنویر المرأت) ۱۲

[2] چاہے معنی بگڑیں یا نہ بگڑیں ۱۲ [3] لہٰذا ضرورت کے وقت کسی معتبر عالم دین (مفتی صاحب) سے معلوم کرنا ضروری ہے ۱۲

[4] اس کے لغوی معنیٰ "اچھا کرنا۔ حسین کرنا"، اور اصطلاحی معنی کتاب کے متن میں موجود ہیں باقی تجوید کا موضوع اور غایت باب سوم کی دوسری فصل میں مذکور ہیں ۱۲

[5] حروف، حرف کی جمع ہے۔ جو آواز کسی مخرجِ محقق و معین یا مخرجِ مقدر غیر معین سے تعلق رکھے اس کو حرف کہتے ہیں۔ محقق جز و معین اجزائے حلق۔ زبان۔ ہونٹ اور مقدر جوف یعنی منہ کا خلاء اور خیشوم یعنی ناک کا بانسہ ہے ۱۲

[6] جس جگہ سے حرف صحیح نکلے اس کو مخرج کہتے ہیں اور مخارج، مخرج کی جمع ہے ۱۲

[7] جس انداز سے حرف صحیح نکلے اس کو صفت کہتے ہیں اور صفات جمع صفت کی ہے ۱۲

[8] مراد اس سے صفاتِ لازمہ ممیّزہ ہیں مثلاً صاد میں صفت استعلاء ادا نہ کرنے سے صاد، سین سے بدل جائے گا ۱۲

[9] یعنی ایک حرف کی جگہ دوسرا حرف پڑھ دینا مثلاً حَطَبِ کی جگہ حَتَبِ / نَصْرُ کی جگہ نَسْرُ ۱۲

[10] مثلاً وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهٖ کو وَلَا تَقْرَبَ هٰذِهٖ اور نَسْتَعِيْنُ کو نَسْتَاعِيْنُ پڑھ دینا ۱۲

[11] اس عبارت کے بجائے طلبہ یہ عبارت یاد کریں "یا زبر زیر پیش کو آپس میں بدل دیا جائے جیسے اَنْعَمْتَ کو اَنْعَمْتُ۔ اَلْحَمْدُ کو اَلْحَمْدَ" ۱۲

[12] مثلاً فَعَلْنَا کو فَعَلَنَا پڑھ دینا ۱۲ [13] یعنی متحرک کو ساکن کر دینا مثلاً جَمَعَ کو جَمْعَ پڑھ دینا ۱۲

کی غلطی کو لحن جلی[۱] کہتے ہیں اور اس طرح پڑھنا حرام ہے اور اگر ایسی غلطی کی کہ صفات محسنہ[۲] کو ادا نہ کیا تو اس کو لحن خفی[۳] کہتے ہیں بچنا اس سے بھی ضروری ہے کیونکہ ایسی غلطی پر اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا اندیشہ ہے لہٰذا ہر شخص کو چاہیے کہ قرآن شریف صحیح پڑھنے کی کوشش کرے اور دن رات کے چوبیس گھنٹوں میں سے تھوڑا بہت وقت نکال کر ضرور اس فن کے واقف کار (کہ جس کو قاری کہتے ہیں) سے سیکھے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ تھوڑے دنوں میں قرآن صحیح پڑھنا آجائے گا۔ اور پھر جتنی فضیلتیں تلاوت کلام مجید کی ہیں وہ حاصل ہو جائیں گی چنانچہ ترمذی شریف جو حدیث کی معتبر کتاب ہے اس میں یہ ہے کہ قرآن شریف کے ہر ہر حرف پر دس نیکیاں ملتی ہیں چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ میں نہیں کہتا کہ الٓمٓ ایک حرف ہے بلکہ الف ایک حرف ہے اور لام ایک حرف ہے اور میم ایک حرف ہے یعنی اگر کسی نے الٓمٓ پڑھا تو تیس نیکیاں مل جائیں گی اور لکھا ہے کہ اگر[۴] کوئی شخص نماز میں کھڑا ہو کر قرآن مجید پڑھے تو ہر حرف کے بدلے پچاس نیکیاں ملیں گی اور اگر بیٹھ کر نماز میں قرآن شریف پڑھے تو ہر حرف کے بدلے پچیس نیکیاں ملیں گی اور اگر بے وضو بغیر ہاتھ لگائے قرآن شریف کو حفظ پڑھے تو ہر حرف کے بدلے دس نیکیاں ملیں گی۔

افسوس کی بات ہے کہ قرآن شریف اتنی مہتم بالشان کتاب ہے مگر اس کی طرف عوام تو عوام بہت سے خواص کو بھی توجہ نہیں، لہٰذا حسب استطاعت قرآن شریف کی تصحیح کریں اور اپنے بچّوں کو ایسے مدارس اور ایسے اساتذہ کی خدمت میں بھیجیں جو صحیح تعلیم قرآن شریف کی دے سکیں کیونکہ جو خود ناواقف ہے وہ دوسرے کو کیا بتلا سکتا ہے نیز یہ کہ اگر بچّہ شروع ہی سے غلطی کا عادی ہو جائے تو بعد میں تصحیح کرنے میں دقت کے علاوہ وقت بھی زیادہ صرف ہوتا ہے اس علم کے سیکھنے میں شرم و حیا بالکل نہ کرنی چاہیے اور جو اس فن کا واقف کار ملے اس سے تصحیح کریں خواہ سکھانے والا کم عمر ہی کیوں نہ ہو آج کل لوگ اس تلاش میں رہتے ہیں کہ اپنے سے زائد عمر والے سے علم حاصل کریں۔ یہ ان کی غلطی اور کم فہمی ہے کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے تابعین سے علم حدیث کی روایت کی اور سیکھا اور بہت

---

[۱] جلی کے معنی واضح اور ظاہر کے ہیں یعنی یہ غلطیاں ایسی صریح اور ظاہر ہیں کہ ان کو قراء کے علاوہ عام لوگ بھی سمجھ لیتے ہیں ۱۲

[۲] یعنی وہ صفات جن سے حرفوں میں حسن اور خوبصورتی پیدا ہوتی ہے مثلاً راء مفتوحہ و مضمومہ کو پُر پڑھنا ۱۲

[۳] خفی کے معنی پوشیدہ اور باریک کے ہیں یعنی یہ غلطیاں ایسی مخفی اور دقیق ہیں کہ ان کا احساس قراء کے علاوہ عوام کو نہیں ہوپاتا ۱۲

[۴] بقول حضرت امام غزالیؒ (صاحب احیاء العلوم) یہ سیدنا حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے منقول ہے۔ اور ثواب کی تفصیل یہ ہے۔ نماز میں کھڑے ہو کر پڑھنے پر ہر حرف پر ۱۰۰ نیکیاں اور بیٹھ کر پڑھنے پر پچاس ۵۰ بغیر نماز کے باوضو پڑھنے پر ہر حرف پر پچیس ۲۵ اور بلا وضو پڑھنے پر دس نیکیاں اور جو صرف سنے اس کو ہر حرف پر ایک نیکی۔ (کذا فی فضائل القرآن مؤلفہ سیدی و مرشدی قطب العالم حضرت اقدس مولانا محمد زکریا صاحب مدنیؒ) ۱۲

سے اساتذہ نے اپنے شاگردوں سے دوسرے علم کو سیکھا، یہ کمال کی بات ہے ایسے لوگوں میں سے ہمارے امام اعظم حضرت ابوحنیفہؒ بھی ہیں۔

دوسری فصل: آداب قرآن کے بیان میں

جاننا چاہئے کہ حق تعالیٰ جل شانہٗ نے ہر شئے میں کچھ نہ کچھ خواص وفوائد رکھے ہیں اور وہ اسی وقت ظاہر ہوتے ہیں کہ جب اس شئے کو اس کے آداب وقواعد کے ساتھ صحیح طور سے استعمال کیا جائے ورنہ بے اثر ہے چنانچہ قرآن شریف کے لیے بھی آداب وقواعد ہیں آداب مشہورہ میں سے چند ضروری آداب بیان کرتا ہوں۔

۱۔ یہ کہ وضو کرکے قبلہ رو پاک جگہ بیٹھ کر اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو کر عجز وتواضع کے ساتھ تلاوت کرے گو بے وضو بھی بلا قرآن شریف کو ہاتھ لگائے پڑھنا جائز ہے لیکن ناپاکی کی حالت[1] میں ہاتھ لگانا اور پڑھنا دونوں ناجائز ہیں۔

۲۔ اللہ تعالیٰ کی رضا کی نیت[2] ہو اور یہ خیال کرے کہ میں اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر ہوں اور اس کو سنا رہا ہوں اور پڑھنے میں ایسا متوجہ ہو کہ دوسرے خیالات نہ آئیں۔

۳۔ تلاوت کے وقت نہ ہنسے نہ کھیلے کیونکہ یہ بہت بے ادبی کی بات ہے درمیان میں کسی سے بات چیت نہ کرے اگرچہ سلام کا جواب ہی کیوں نہ ہو البتہ اگر کوئی ضرورت پیش آجائے تو قرآن شریف بند کرکے بات کرے پھر اعوذ باللہ پڑھ کر تلاوت شروع کرے تلاوت کرنے والے کو سلام نہ کرنا چاہیے اور اگر کسی نے اس کو سلام کیا تو اس پر جواب دینا ضروری اور واجب نہیں[3]۔

۴۔ تلاوت کے وقت خوشبو استعمال کرے، اگر میسر ہو ورنہ مسواک اور وضو ہی کافی ہے اور حسب توفیق

---

[1] اس کی تفصیل اپنے استاذ محترم سے معلوم کر لیجیے ۱۲

[2] کیونکہ اعمال کا دارومدار نیتوں ہی پر موقوف ہے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ (بخاری ص۱۵۸ جلد چہارم) یعنی اعمال نیت سے (بنتے اور بگڑتے) ہیں۔ کہ جس کی جیسی نیت ہوگی اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسی کے موافق بدلہ ملے گا۔ عمل ظاہر میں کیسا ہی عمدہ ہو لیکن اگر نیت میں خالص اللہ تعالیٰ کے لئے نہیں ہے تو وہ مقبول نہیں چنانچہ حدیث میں ہے کہ ایک صاحب نے سوال کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، ایک شخص جہاد کرتا ہے اور ثواب وشہرت دونوں چاہتا ہے اس کے لیے کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا کچھ نہیں۔ ان صاحب نے تین بار یہی سوال کیا اور آپ نے یہی جواب دیا، پھر آپ نے فرمایا کہ بے شک خدا صرف وہ عمل قبول کرتا ہے جو خالص اس کے لیے ہو اور جس سے خدا کی رضا مطلوب ہو (شرح اربعین ص۳ نووی رحؒ) اللہ رب العزت مجھے بھی حسن نیت اور اخلاص کی توفیق عطا فرمادیں۔ آمین ۱۲

[3] لیکن اگر سلام کا جواب دے دیا تو استعاذہ پڑھنا ضروری ہے ۱۲

لباس صاف بہتر پہن کر سکون و وقار کے ساتھ بیٹھے جس طرح مشائخ اور بزرگوں کی خدمت میں بیٹھتے ہیں۔

۵۔ تلاوت آہستہ اور زور سے دونوں طرح جائز ہے مگر جہاں جو مناسب ہو اسی طرح مستحب[1] ہے۔ آخر تلاوت پر یہ کلمات پڑھے: صَدَقَ اللّٰهُ مَوْلَانَا الْعَظِيْمُ وَصَدَقَ رَسُوْلُهُ النَّبِيُّ الْكَرِيْمُ وَنَحْنُ عَلٰى ذٰلِكَ مِنَ الشّٰهِدِيْنَ ط

خوش آوازی سے تلاوت کرنا

خوش آوازی[2] کے معنیٰ یہ ہیں کہ سننے والے کی طبیعت قرآن شریف کی طرف مائل ہو جیسا کہ عرب والے پڑھا کرتے ہیں چنانچہ اس کے متعلق احادیث بکثرت آئی ہیں ان میں سے چند حدیثیں لکھی جاتی ہیں

اِقْرَؤُا الْقُرْاٰنَ بِلُحُوْنِ الْعَرَبِ وَاَصْوَاتِهَا (رواہ النسائی، مالک فی الموطا)

قرآن شریف کو اہلِ عرب کے لہجوں میں اور آوازوں کی طرح پڑھو۔ (روایت کیا اس کو نسائی نے اور مالک نے موطا میں)

زَيِّنُوا الْقُرْاٰنَ بِاَصْوَاتِكُمْ (رواہ احمد ابوداؤد، ابن ماجہ والدارمی)

زینت دو تم قرآن شریف کو اپنی آوازوں کے ساتھ۔ (روایت کیا اس کو احمد و ابوداؤد و ابن ماجہ اور دارمی نے)

حَسِّنُوا الْقُرْاٰنَ بِاَصْوَاتِكُمْ فَاِنَّ الصَّوْتَ الْحَسَنَ يَزِيْدُ الْقُرْاٰنَ حُسْنًا (رواہ الدارمی)

زینت دو تم قرآن شریف کو اپنی آوازوں کے ساتھ اس لیے کہ اچھی آواز قرآن شریف میں حسن کو زیادہ کرتی ہے۔ (روایت کیا اس کو دارمی نے)

چنانچہ ہمارے علماء و فقہاء فرماتے ہیں کہ قرآن شریف کو خوش آوازی سے پڑھنا مستحب و مستحسن و مسنون ہے لہٰذا جو لوگ تغنی بالقرآن اور لہجے سے پڑھنے کو منع کرتے ہیں وہ سنت کے خلاف پر ہیں ہاں اگر ایسا لہجہ اور خوش آوازی میں محو ہوا کہ مخارج و صفاتِ حروف کا خیال نہ رکھا اور لحن جلی لازم آگیا تو ایسا پڑھنا ناجائز اور حرام ہے۔ اور پڑھنے والا گنہگار اور اگر لحن خفی لازم آیا تو مکروہ ہے۔ غرضیکہ اگر قرآن شریف کو حروف کے مخارج اور صفات کا لحاظ رکھتے ہوئے تجوید کے قاعدے کے ساتھ لہجہ سے پڑھا تو مستحب اور مسنون ہے ورنہ ناجائز ہے۔

تنبیہ: افسوس اس امر کا ہے کہ آج کل لوگوں نے مقصود بالذات خوش آوازی اور لہجہ کو بنا رکھا ہے قواعد تجوید کی بالکل رعایت نہیں کرتے حتیٰ کہ بعض معلمین کو بھی اس کا احساس نہیں وہ شروع ہی سے لہجہ

---

[1] اگر ریا کا احتمال یا نمازی کی نماز میں خلل یا کسی کی تکلیف و حرج کا اندیشہ ہو تو آہستہ پڑھے ورنہ آواز سے قراءۃ کرنا بہتر ہے ۱۲

[2] خوش آوازی سے مراد خوش لہجگی ہے جو سننے اور مشق کرنے سے حاصل ہو سکتی ہے جبکہ خوش آوازی قدرتی ہوتی ہے کہ جس کو بھی اللہ تعالیٰ عنایت فرما دیں ۱۲

کی مشق کرانے لگتے ہیں حالانکہ پہلے مخارج حروف اور صفاتِ لازمہ کی تعلیم دینا امر ضروری ہے۔ اس کی تفصیل القول الجمیل[1] میں مع حوالہ کتب معتبرہ تحریر کی گئی ہے۔

تیسری فصل: فضائل تلاوت قرآن مجید میں

جاننا چاہیے کہ قرآن مجید چونکہ کلام الٰہی ہے اس لیے اس کو تمام کلاموں پر ایسی شرافت حاصل ہے کہ جیسی شرافت اللہ تعالیٰ کو تمام مخلوقات پر، جب یہ بات مان لی تو اس کی تلاوت کرنے والوں کو بھی سب سے زیادہ شرافت و بزرگی حاصل ہوگی، اس بارے میں احادیث بکثرت مروی ہیں۔ ان میں سے بعض حدیثیں یہ ہیں:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ أَشْرَافُ أُمَّتِي حَمَلَةُ الْقُرْاٰنِ (صحیحین)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت کے شریف اور بزرگی والے وہ لوگ ہیں کہ جو قرآن شریف کے اٹھانے والے ہیں یعنی پڑھنے پڑھانے والے ہیں اور اس پر عمل کرنے والے ہیں۔

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرُكُمْ مَّنْ قَرَأَ الْقُرْاٰنَ وَأَقْرَأَهُ (طبرانی)

عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم لوگوں میں سے بہترین شخص وہ ہے جو قرآن کو پڑھے اور پڑھائے۔ (روایت کیا اس کو طبرانی نے)

وَعَنْ عُثْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرُكُمْ مَّنْ تَعَلَّمَ الْقُرْاٰنَ وَعَلَّمَهُ (صحیح بخاری)

حضرت عثمانؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم لوگوں میں سے بہترین شخص وہ ہے جو قرآن شریف کو سیکھے اور سکھائے۔ (نقل کیا اس کو بخاری نے)

(عَنْ مُعَاذِ الْجُهَنِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

(حضرت معاذ جہنیؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ) جس شخص نے

---

[1] افسوس میری ضعف بصارت کی وجہ سے وہ اب تک شائع نہیں ہو سکی، امید ہے کہ ان شاء اللہ تعالیٰ شائع ہو ہی جائے گی کوشش برابر جاری ہے۔ مؤلف

ف کتاب مذکور "القول الجمیل فی علم الترتیل" بھی حضرت مصنف علیہ الرحمۃ کی تالیف ہے۔ افسوس کہ حضرت مؤلف علیہ الرحمۃ کی حیات میں کتاب مذکور طبع نہ ہو سکی۔ حضرتؒ کے وصال کے بعد آپؒ کے برادر خورد واستاذ استاذی مجودِ اعظم حضرت الحاج مولانا حافظ قاری مقری محمد عبدالمالک صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کی طباعت کا ارادہ فرمایا لیکن کتابت تبییض کے مرحلوں میں ہی تھی کہ حضرت قاری صاحبؒ بھی رحلت فرما گئے اور کتاب حلیۂ طباعت سے آراستہ نہ ہو سکی۔ چنانچہ اب تک مسودہ ہی کی شکل میں ہے ضرورت ہے کہ طبع کروایا جائے ۱۲

مَنْ قَرَأَ الْقُرْاٰنَ وَعَمِلَ بِمَا فِيْهِ أُلْبِسَ وَالِدَاهُ تَاجًا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ضَوْءُهٗ اَحْسَنُ مِنْ ضَوْءِ الشَّمْسِ فِيْ بُيُوْتِ الدُّنْيَا لَوْكَانَتْ فِيْكُمْ فَمَا ظَنُّكُمْ بِالَّذِيْ عَمِلَ بِهٰذَا (رواہ احمد)

قرآن شریف پڑھا اور ان احکام پر عمل کیا جو اس میں ہیں تو قیامت کے دن اس کے والدین کو ایسا تاج پہنایا جائے گا کہ اس کی روشنی اس سورج کی روشنی سے عمدہ اور زائد ہوگی جو کسی کے گھر میں اتر آئے یعنی اگر سورج کسی کے گھر میں ہو تو کتنی زائد روشنی ہوگی اس تاج کی روشنی اس سے بھی زائد ہوگی پس اب تمہارا کیا گمان ہے اس شخص کے بارہ میں کہ جس نے اس پر عمل کیا یعنی ایسے شخص کو بہت بڑی بڑی نعمتیں ملیں گی۔

تنبیہ: جو لوگ قرآن شریف کے احکام کی پابندی نہیں کرتے ہیں وہ اور ان کے والدین اس نعمتِ عظمیٰ سے محروم رہیں گے ایسے لوگوں کو اس کا اہتمام کرنا چاہیے۔

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ مَنْ شَغَلَ الْقُرْاٰنُ عَنْ ذِكْرِيْ وَمَسْئَلَتِيْ أُعْطِيْهِ اَفْضَلَ مَا أُعْطِيَ السَّائِلِيْنَ. (جامع الترمذی)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالیٰ عزوجل فرماتے ہیں کہ جس شخص کو قرآن شریف نے میرے ذکر سے اور مجھ سے سوال کرنے سے مشغول کر دیا (روک دیا) یعنی وہ ہر وقت شب و روز قرآن شریف میں مشغول رہا تو میں اس کو اس اجر سے بہتر اور افضل اجر دوں گا جو اجر اور سائلین کو دوں گا۔

ان احادیث اور آثار صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین[ع] سے معلوم ہوا کہ تلاوت قرآن مجید تمام اوراد و وظائف سے افضل اور بہتر ہے بشرطیکہ قواعد تجوید کے ساتھ پڑھے جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔

دوسرا باب حرکات اور اعوذ باللہ و بسم اللہ کے بیان میں

پہلی فصل ۔ حرکات کے بیان میں

جاننا چاہیے کہ زبر، زیر، پیش کو عربی میں حرکت کہتے ہیں اور جس حرف پر زبر، زیر، پیش ہوتا ہے اس کو متحرک (حرکت والا) کہتے ہیں پھر جانو کہ زبر کے دو نام فتحہ اور نصب ہیں اور زیر کے کسرہ اور جر اور پیش کے ضمہ اور رفع ہیں۔

لہ اس حدیث شریف میں بین القوسین عبارتوں کا اضافہ بغرض تکمیل، رسالہ فضائل قرآن (مؤلفہ حضرت اقدس سیدی و مرشدی مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی مہاجر مدنی رح) سے میں نے کیا ہے ۱۲ ابو سالم

ع اس جملہ کے تحریر فرمانے کی وجہ میری سمجھ میں نہ آسکی کیونکہ مذکورہ پانچوں ارشادات عالیہ احادیث نبویہ ہیں ۱۲ ابو سالم

ف: جس حرف پر زبر ہو اس کو مفتوح اور منصوب اور جس کے نیچے زیر ہو اس کو مکسور اور مجرور اور جس پر پیش ہو اس کو مضموم اور مرفوع کہتے ہیں۔

دوسری فصل۔ حرکات کے پڑھنے کے بیان میں

جاننا چاہیے کہ جن حروف پر زبر، زیر، پیش یا جزم و تشدید ہو ان کو پڑھنا چاہیے اور جن حروف پر کچھ نہ ہو یعنی خالی ہوں تو ان کو نہ پڑھنا چاہیے[۱] البتہ الف پڑھا جاتا ہے اور الف ہمیشہ ساکن ہوتا ہے اس پر کوئی حرکت نہیں آتی۔ اور تم کو جو الف کی شکل پر حرکت معلوم ہوتی ہے وہ حقیقت میں ہمزہ ہوتا ہے الف نہیں ہوتا، الف اور ہمزہ کا فرق بیان مخارج میں معلوم ہو جائے گا، جس حرف پر کھڑا زبر ہو اس کو ایک الف کے برابر کھینچ کر پڑھنا چاہیے جیسے مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ اور جس پر الٹا پیش لکھا ہو جیسے لفظ دَاوٗدَ کی واؤ پر تو اسے الٹے پیش کے ساتھ ایک واؤ ساکن معروف ملا کر پڑھنا چاہیے اور جس حرف کے نیچے کھڑا زیر لکھا ہو جیسے لفظ يُحْيٖ کی یار کے نیچے کھڑا زیر ہے تو اس کھڑے زیر کے ساتھ ایک یار ساکن معروف ملا کر پڑھنا چاہیے سوائے لفظ مَجْرٖىهَا کے، جو سورہ ہود کے چوتھے رکوع میں ہے اس کھڑے زیر کو یار مجہول کی طرح پڑھنا چاہیے جیسے اردو میں لفظ "ہمارے" کی را کو پڑھتے ہیں اکثر لوگ اس کھڑے زیر کو بھی اور کھڑے زیروں کی طرح معروف ہی پڑھتے ہیں، یہ غلط ہے اس سے بچنا ضروری ہے کیونکہ تمام قرآن شریف میں فقط ایک جگہ امام حفصؒ کی روایت میں امالہ ہے اور وہ یہی ہے امالہ کے معنی مائل کرنے کے ہیں یعنی الف کو یار کی طرف اور زبر کو زیر کی طرف مائل کر کے پڑھنا دوسری روایت[۲] میں بکثرت امالہ ہے۔

ف: واؤ معروف اور یار معروف جس طرح استاد بتلائے اس کو محفوظ کر لو، سمجھانے کی غرض سے ایک مثال لکھتا ہوں جیسا کہ اردو میں جس طرح نور کی واؤ اور نانی کی یار کا تلفظ کرتے ہیں اس کو واؤ معروف اور یار معروف کہا جاتا ہے اور جس طرح کور کی واؤ اور بڑے کی یار کا تلفظ کرتے ہیں اس کو واؤ اور یار مجہول کہتے ہیں[۳]۔

تنبیہ: قرآن شریف میں سب حرکتیں معروف پڑھی جاتی ہیں مجہول نہیں، کیونکہ ایک زبر نصف الف اور ایک پیش نصف واؤ معروف اور ایک زیر نصف یار معروف ہوتا ہے لہٰذا جس طرح یہ تینوں حروف الف، واؤ، یار معروف پڑھے جاتے ہیں اسی طرح یہ حرکتیں بھی معروف ہی پڑھی جائیں گی لیکن

---

[۱] جیسے اُولٰٓئِكَ کا واؤ ۱۲

[۲] یعنی حضرت امام حمزہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وغیرہ کی قراۃ میں ۱۲

[۳] اسی طرح "نور" میں نون کے پیش کا اور "نانی" میں نون کے زیر کا تلفظ معروف ہے اور "کور" میں کاف کا تلفظ اور "بڑے" میں ڑے کے زیر کا تلفظ مجہول ہے ۱۲

اتنا نہ کھینچنا چاہیے کہ زبر کے کھینچنے سے الف اور زیر کے کھینچنے سے یا اور پیش کے کھینچنے سے واؤ پیدا ہو جائے جیسے اَلْحَمْدُ کو اَلْحَامْدُ یا اَلْحَمْدُ کو اَلْحَمْدُوْ یا لِلّٰہِ کو لِلّٰھِیْ پڑھ دیا تو گنہگار ہو گا کیونکہ یہ غلطی لحن جلی میں داخل ہے جس کا ذکر پیشتر آچکا ہے۔ خوب یاد کر لو۔

تیسری فصل۔ اعوذ باللہ اور بسم اللہ کے بیان میں

جاننا چاہیے کہ قرآن شریف شروع کرنے سے پہلے اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ[۱] پڑھنا ضروری ہے[۲] جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے فَاِذَا قَرَأْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ[۳] اور اس کا ترک کرنا آداب قرآن کے خلاف ہے اور اگر شروع سورت سے تلاوت شروع کرے[۴] یا درمیان میں کوئی سورت شروع ہو گئی تو بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پڑھنا بھی ضروری ہے کیونکہ ہر سورت کے شروع میں لکھی ہوئی ہے البتہ سورۂ برأت کہ جس کو سورۂ توبہ کہتے ہیں اس سے پہلے بسم اللہ نہ پڑھے اور اگر کسی سورت کے درمیان سے تلاوت شروع کی تو بسم اللہ پڑھنے نہ پڑھنے میں اختیار[۵] ہے۔

ف: تلاوت جب کسی سورت کے شروع سے کی جائے تو اعوذ باللہ اور بسم اللہ کے پڑھنے کی چار صورتیں ہیں۔

۱۔ اَعوذ باللہ کے آخر یعنی رَجِیْم پر سانس توڑ دے اسی طرح بِسْمِ اللّٰہِ کے آخر یعنی رَحِیْمِ پر سانس توڑ دے اور تیسرے سانس میں سورت شروع کرے جیسے اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○ عَمَّ یَتَسَآءَلُوْنَ ○ اس کو فصل کل کہتے ہیں۔

۲۔ اَعوذ باللہ کے رجیم پر اور بسم اللہ کے رحیم پر سانس نہ توڑے بلکہ ایک سانس میں اَعُوْذُ بِاللّٰہِ اور بسم اللہ اور سورت کو ملا کر پڑھے جیسے اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ عَمَّ یَتَسَآءَلُوْنَ ○ اس کو وصل کل کہتے ہیں۔

---

[۱] اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ کے علاوہ بھی استعاذہ کے الفاظ منقول ہیں مثلاً اَعُوْذُ بِاللّٰہِ الْعَظِیْمِ وَبِوَجْھِہِ الْکَرِیْمِ وَسُلْطَانِہِ الْقَدِیْمِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ وغیرہ مگر بہتر الفاظ پہلے ہی ہیں ۱۲

[۲] ضروری بمعنی واجب نہیں بلکہ بمعنی مستحب ہے کیونکہ حضرات علماء احناف کے نزدیک اِسْتِعَاذَہ شرعاً سنّت مستحبہ ہے جس طرح قرآن حکیم کا پڑھنا سنّت ہے اور حضرتؒ کا لفظ ضروری سے تعبیر فرمانا اس وجہ سے ہے کہ قرأت کلام اللہ شریف کی ابتدا مہتم بالشان ہے ۱۲

[۳] ترجمہ:۔ جب آپ قرآن پڑھنا چاہیں تو شیطان مردود (کے شر) سے اللہ کی پناہ مانگ لیا کریں ۱۲

[۴] خواہ شروع قرأت ہو یا وسط قرأت ۱۲ [۵] اگرچہ سورۂ توبہ ہو ۱۲

۳- اعوذ باللہ کے رجیم پر سانس توڑ دے اور بسم اللہ کو سورت سے ملا کر ایک سانس میں پڑھے جیسے أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ عَمَّ يَتَسَآءَلُوْنَ ○ اس کو فصل اول اور وصل ثانی کہتے ہیں۔

۴- أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ کو ایک سانس میں اور سورت کو دوسری سانس میں پڑھے جیسے أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ عَمَّ يَتَسَآءَلُوْنَ ○ اس کو وصل اول فصل ثانی کہتے ہیں۔

ف: اگر ایک سورت کو ختم کر کے دوسری سورت کو شروع کرے تو پہلی تین صورتیں جائز ہیں اور چوتھی صورت یعنی وصل اول فصل ثانی ناجائز ہے[۱] جیسے يٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ تُرٰبًا بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا ○

ف: اگر تلاوت سورت کے درمیان سے شروع کرے اور بسم اللہ بھی پڑھی جائے تو صرف دو صورتیں جائز ہیں۔ ایک فصل کل، دوسری وصل اول اور فصل ثانی[۲]۔ اور اگر بسم اللہ نہ پڑھی جائے تو اعوذ باللہ کو علیحدہ ایک سانس میں اور آیت کی تلاوت دوسرے سانس میں شروع کرنا بہتر ہے اگر اعوذ باللہ اور آیت کو ایک سانس میں ملا کر پڑھا تو بھی جائز ہے بشرطیکہ آیت کے شروع میں اللہ تعالیٰ کے صفاتی ناموں[۳] میں سے کوئی نام نہ ہو۔

ف: اعوذ باللہ اور بسم اللہ کو زور سے پڑھنے میں اختیار ہے چاہے جس طرح پڑھے لیکن بہتر یہ ہے کہ اگر قرآن شریف زور سے پڑھے تو اعوذ باللہ اور بسم اللہ بھی زور سے پڑھے اور اگر قرآن شریف آہستہ آواز سے پڑھے تو اعوذ باللہ اور بسم اللہ کو بھی آہستہ پڑھے۔

ف: تراویح اور نمازوں میں بسم اللہ کو آہستہ آواز سے پڑھنا چاہیے اور تراویح میں اس کا اہتمام کرے کہ جہاں کہیں سورت شروع ہو سوائے سورۂ برارت کے بسم اللہ کو آہستہ آواز سے پڑھ لیا کرے[۴] البتہ

---

[۱] وجہ یہ ہے کہ اس صورت میں ختم سورۃ سے بسم اللہ کا تعلق اور شروع سورۃ پر ترک بسملہ لازم آتا ہے ۱۲

[۲] یہ دو صورتیں بالاتفاق جائز ہیں یعنی ان کے جواز پر تمام محققین کا اتفاق ہے۔ باقی دو صورتیں یعنی وصل کل اور فصل اول وصل ثانی میں اختلاف ہے کہ بعض جائز کہتے ہیں اور بعض ناجائز۔ مجھ بندۂ کمزور کا ذوق یہ ہے کہ جائز چاروں صورتیں ہیں لیکن وصل کل اور فصل اول وصل ثانی بہتر نہیں اور شروع آیۃ میں شیطان وغیرہ کا نام ہو تو جائز نہیں وَاللّٰهُ تَعَالٰى أَعْلَمُ ۱۲

[۳] جیسے اَلرَّحْمٰنُ۔ اور یہی حکم ذاتی اسم شریف "اَللّٰهُ" کا بھی ہے جیسے اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۱۲

[۴] لیکن یہ ضروری نہیں بلکہ بہتر ہے نیز اس صورت میں حضرت امام عاصم کوفیؒ اور حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ کے قولوں میں تطبیق بھی ہو جاتی ہے ۱۲

سارے قرآن شریف میں کسی نہ کسی سورت پر ایک دفعہ زور سے بسم اللہ پڑھنا ضروری ہے[1] سوائے سورۂ برارت کے، تراویح میں بسم اللہ زور سے پڑھنے میں کسی سورت کے ساتھ خاص نہ کرے کہ اکثر یا ہمیشہ اسی سورت پر پڑھے اس کو علمار فقہا نے منع کیا ہے۔

بابِ سوم حروف کے مخارج کے بیان میں

پہلی فصل

جاننا چاہیے کہ حروف ہجّا[2] کل انتیس ہیں اور ان حروف کے مخارج سترہ ہیں مخارج مخرج کی جمع ہے، مخرج کے معنیٰ نکلنے کی جگہ کے ہیں جہاں سے حروف نکلتے ہیں ان کو مخارج حروف کہتے ہیں حروف کے مخارج اکثر قرار کے نزدیک سترہ ہیں۔ (اور بعض کے نزدیک سولہ اور بعض کے نزدیک چودہ ہیں[3])

۱۔ اقصارِ حلق یعنی گلے کا وہ حصّہ جو سینہ کی طرف ہے۔ اس سے (ء، ہ) نکلتے ہیں۔

۲۔ وسطِ حلق یعنی گلے کا بیچ اس سے (ع، ح) نکلتے ہیں۔

۳۔ ادنیٰ حلق، یعنی گلے کا وہ حصّہ جو منہ کی طرف ہے اس سے (غ، خ) نکلتے ہیں ان چھ حروف کو حلقیہ[4] کہتے ہیں۔

۴۔ زبان کی جڑ اور اوپر کا تالو اس سے (ق) نکلتا ہے

۵۔ قاف کے مخرج سے ذرا منہ کی طرف ہٹ کر اس سے (ک) نکلتا ہے اور دونوں کو حروف

---

[1] ورنہ سننے والوں کا قرآن پورا نہ ہوگا باقی امام کا آہستہ پڑھنے سے بھی قرآن پورا ہو جائے گا ۱۲

[2] یعنی الف بارتار ثار الخ ۱۲

[3] حضرات محققین کا قول ہے کہ ہر ایک حرف کا مخرج جدا جدا ہے یعنی عربی کے انتیس ۲۹ حرفوں کے انتیس ۲۹ ہی مخارج ہیں۔ لیکن چونکہ انتہائی قرب کی حالت میں ہر حرف کا مخرج علیحدہ علیحدہ سمجھانا بہت دشوار ہے اس لئے بعض دو دو اور تین تین حرفوں کا مخرج ایک شمار کیا جاتا ہے اسی بنار پر ائمہ تجوید میں اختلاف ہوا ہے کہ بعض نے شدتِ قرب کا خیال فرماتے ہوئے فرق نہ کر کے ایک مخرج کہہ دیا اور بعض نے اپنی باریکی نظر سے فرق کر کے الگ الگ مخرج بیان فرما دیا چنانچہ علامہ خلیل بن احمد نحوی بصریؒ اور اکثر نحاۃ نیز حضرات قرار کرام کی بڑی جماعت جس میں امام الفن علامہ جزریؒ بھی شریک ہیں سترہ مخارج کے قائل ہیں۔ اس طرح پر کہ حلق میں تین مخارج منہ میں دس مخارج، ہونٹ میں دو اور جوف و خیشوم میں ایک ایک مخرج۔ کل سترہ ۱۷ ہو گئے اور سیبویہؒ اور ان کے متبعین نیز حضرت علامہ شاطبیؒ کی رائے پر سولہ ۱۶ ہیں کہ وہ الف کو ہمزہ کے مخرج اقصیٰ حلق اور واد۔ یار مدہ کو غیرہ مدہ کے مخرج میں شامل کرتے ہیں اور فرارؒ (بنقطۂ واحدہ) قطربؒ وغیرہ کے نزدیک چودہ ۱۴ ہیں اس طرح پر کہ وہ جوف کو بھی ساقط کرتے ہیں اور لام دنون درار تینوں کا مخرج ایک بیان فرماتے ہیں ۱۲

[4] کیونکہ یہ حروف حلق سے ادا ہوتے ہیں ۱۲

لہویہ[1] کہتے ہیں۔

۶۔ وسط زبان اور اوپر کا تالو اس سے (ج، ش، ی) غیر مدہ نکلتے ہیں۔ ان تینوں کو حروف شجریہ[2] کہتے ہیں۔

ف آگے آنے والے اکثر مخارج کا دانتوں سے تعلق ہے اس لیے دانتوں کے نام لکھے جاتے ہیں انسان کے منہ میں اکثر بتیس دانت ہوتے ہیں سولہ اوپر اور سولہ نیچے جن کی تفصیل یہ ہے کہ سامنے کے چار دانتوں کو ثنایا کہتے ہیں دو اوپر والوں کو ثنایا علیا اور دو نیچے والوں کو ثنایا سفلیٰ کہتے ہیں پھر ثنایا سے ملے ہوئے دائیں بائیں اوپر نیچے ایک ایک کل چار دانت ہیں ان کو رباعیات کہتے ہیں اسی طرح رباعیات سے ملے ہوئے جو چار دانت ہیں وہ انیاب ہیں، انیاب سے ملے ہوئے جو چار دانت ہیں ان کو ضواحک کہتے ہیں پھر ضواحک سے ملے ہوئے تین اوپر تین نیچے دائیں بائیں کل بارہ دانت ہیں ان کو طواحن کہتے ہیں، پھر ان طواحن سے ملے ہوئے اوپر نیچے دائیں بائیں ایک ایک کل چار دانت ہیں ان کو نواجذ کہتے ہیں، ضواحک اور طواحن اور نواجذان بیس دانتوں کو اضراس یعنی داڑھیں کہتے ہیں[3] ان سب کو کسی نے خوب نظم کیا ہے۔ یاد کی آسانی کے لیے لکھتا ہوں۔

ہے دانتوں کی تعداد کل تیس اور دو — ثنایا ہیں چار اور رباعی ہیں دو، دو

ہیں انیاب چار اور باقی رہے بیس — کہ کہتے ہیں قرار اضراس انھیں کو

ضواحک ہیں چار اور طواحن ہیں بارہ — نواجذ بھی ہیں ان کے بازویں دو، دو

۷۔ اوپر کی داڑھیں نواجذ سے ضواحک تک یعنی پانچ دانت اور زبان کا بغلی کنارہ یعنی زبان کی کروٹ جس کو حافہ کہتے ہیں اس سے (ض) نکلتا ہے خواہ داہنی طرف سے ہو یا بائیں طرف سے غرضیکہ دونوں طرف سے نکلتا ہے محققین قراء کا تجربہ ہے کہ بائیں طرف سے ادا کرنے میں آسانی ہے اور دائیں طرف سے ادا کرنا مشکل ہے اور دونوں طرف سے ایک ہی وقت میں ادا کرنا یہ بہت ہی مشکل[4] ہے اس کو حافیہ کہتے ہیں[5]۔

---

[1] کیونکہ یہ حروف لہاۃ (بفتح اللام) یعنی کوے کے پاس سے ادا ہوتے ہیں اور کوا اس نرم گوشت کو کہتے ہیں جو تالو کے ہڈی والے حصہ کے ختم کے بعد حلق کے نشیب کی جانب معلق ہے ۱۲

[2] اس لیے کہ یہ حرف شجر فم (بسکون الجیم) یعنی منھ کی پھیلی ہوئی جگہ سے ادا ہوتے ہیں ۱۲

[3] ثنایا کا واحد ثَنِیَّۃٌ / رَبَاعِیَات کا واحد رَبَاعِیٌ / اَنْیَابٌ کا واحد نَابٌ / ضَوَاحِكُ کا واحد ضَاحِكٌ / طَوَاحِنُ کا واحد طَاحِنٌ / نَوَاجِذُ کا واحد نَاجِذٌ / اَضْرَاسٌ کا واحد ضِرْسٌ ہے ۱۲

[4] ضاد کو بیک وقت دونوں جانب سے ادا کرنا سیدنا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے مختصات سے ہے ۱۲

[5] اس لیے کہ یہ حرف حافۂ لسان (بتخفیف فاء) سے ادا ہوتا ہے ۱۲

تنبیہ: اس حرف کو ادا کرنے میں بہت کوشش کرنی چاہیے اور استاذ کامل سے سیکھنا اور مشق کرنی چاہیے اتنا یاد رکھنا ضروری ہے کہ صحیح ادا کرنے میں اس کی آواز ظا کی آواز کے مشابہ ہوتی ہے اور یہ مشابہت بلا قصد ہوتی ہے کیونکہ قصداً کسی حرف کو دوسرے حرف کے مشابہ پڑھنا جائز نہیں ، خلاصہ یہ کہ دال کی آواز کے مشابہ پڑھنا صحیح نہیں[1] یہی ارشاد ہمارے فقہا کا بھی ہے جس کی تفصیل کتاب القول الجمیل میں تحریر کی گئی ہے۔

---

[1] اس لئے کہ ضاد معجمہ ظاء کے ساتھ اکثر صفات میں متحد ہے صرف ایک صفت استطالۃ میں مختلف ہے اگر ضاد و ظاء میں اختلاف مخرج اور ضاد میں صفت استطالۃ نہ ہوتی تو ضاد و ظاء کے ادا میں کوئی فرق نہ ہوتا جیسا کہ علامہ محمد مکی علیہ الرحمۃ کتاب الرعایہ (مطبوعہ سنہ ۱۴۲۰ھ) میں ارقام فرماتے ہیں **ولولا اختلاف المخرجین وما فی الضاد من الاستطالۃ لکان لفظھما واحدا ولم یختلفا فی السمع** یعنی دونوں حرف ضاد و ظاء کے مخرجوں میں اختلاف اور ضاد میں استطالۃ نہیں ہوتی تو ضاد کا تلفظ ایک ہو جاتا اور دونوں حرفوں کے سننے میں کوئی فرق نہ ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ ضاد کا ظاء سے ممتاز ادا کرنا مشکل سمجھا گیا ہے۔ بخلاف اس کے دال مہملہ سے ضاد اکثر صفات میں مختلف ہے۔ صرف صفت جہر وغیرہ میں متحد ہے اسی وجہ سے ضاد اور دال میں امتیاز کرنا نہایت آسان ہے پس جب ضاد کو اس کے صحیح مخرج حافۂ لسان مع الاضراس اور تمام صفات لازمہ کے ساتھ ادا کیا جائے گا تو اشتراکِ صفاتِ ذاتیہ رخاوت وغیرہ کی وجہ سے اس کی آواز مشابہ ظاء مسموع ہوگی جیسا کہ شیخ مکی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب نہایۃ القول المفید فی علم التجوید میں فرماتے ہیں **ویشبہ صوتھا حینئذ صوت الظاء المعجمۃ بالضرورۃ**۔ لیکن باوجود اس کے کہ تشابہ بالظاء ضاد کا ایک ذاتی وصف ہے جس سے مفر نہیں عین ظاء نہ ہونے پائے۔ ورنہ اس کی بھی کوئی اصلیت نہیں اور عینیت سے بچانے کی ترکیب یہ ہے کہ ضاد کو صحیح مخرج سے ادا کرنے کے ساتھ اس کی صفتِ خاص استطالۃ (یعنی درازئ صوت) کو بھی کامل طور سے ادا کریں اور صفت استطالۃ اس وقت ادا ہو سکتی ہے جبکہ سرِ زبان سامنے کے دانتوں سے الگ رہے اور صفتِ رخو صحیح طور پر ادا کی جائے کیونکہ صفتِ رخو جس قدر عمدگی کے ساتھ ادا کی جائے گی اسی قدر استطالۃ کے ادا کرنے میں سہولت ہوگی۔ اکثر لوگوں سے صفت استطالۃ اس وجہ سے ادا نہیں ہو پاتی ہے کہ بجائے حافۂ لسان اضراس علیا سے لگانے کے نوکِ زبان سامنے کے دانتوں سے لگا کر آواز پُر کرتے ہیں اور صفت رخوۃ کے عوض شدۃ ادا کر دیتے ہیں جو استطالۃ کے منافی ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ضاد کے بجائے دال مفخم ادا ہو جاتی ہے اور زیادہ افسوس و حیرت تو اس پر ہے کہ اس غلطی میں علاوہ عوام کے خواص بھی مبتلا ہیں پھر مزید براں یہ کہ اس غلط ادا کو صحیح سمجھتے ہیں۔ حالانکہ ضاد کو دال مفخم ادا کرنا (جو صرف رواج پر مبنی ہے) بالکل غلط اور تحقیقات علمی کے خلاف ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کسی معتبر ایک کتاب سے بھی ضاد کا دال پُر ادا کرنا صراحۃً یا کنایۃً ثابت نہیں بخلاف اس کے ضاد کو مشابہ ظاء ادا کرنا قطعی صحیح و فصیح ہے چنانچہ ضاد کے مشتبہ الصوت واسمع بظاء ہونے کی کتب معتبرہ میں بکثرت تصریحات موجود ہیں کما لا یخفٰی علٰی ارباب العلم مزید تفصیلات رسالہ ضیاء الارشاد وغیرہ میں ملاحظہ فرمائیں ۱۲

۸- زبان کی کروٹ کو تالو کے اس حصہ سے لگایا جائے جو ضواحک، انیاب، رباعی، ثنایا کے مسوڑھوں کے مقابل و متصل ہے اس سے (ل) نکلتا ہے یہ بھی مثل ضاد کے دونوں طرف سے ادا ہوتا ہے۔

۹- زبان کا سرا اور اوپر کا تالو اس سے (ن) نکلتا ہے۔

۱۰- زبان کی پشت کا سرا اور اوپر کا تالو اس سے (ر) نکلتی ہے۔

ف: نون میں تالو کا وہ حصہ لگتا ہے جو ہونٹوں سے اقرب ہے اور را میں وہ حصہ لگتا ہے جو حلق سے قریب ہے غرضیکہ بہت قریب قریب مخرج ہے اور پشت زبان کی وجہ سے فرق ہو جاتا ہے۔ ان تینوں کو حروف ذَلقیہ کہتے ہیں[۱]۔

۱۱- زبان کا سرا اور ثنایا علیا کی جڑ اس سے (ت، د، ط) نکلتے ہیں ان کو حروف نِطعیہ کہتے ہیں[۲]۔

۱۲ زبان کا سرا اور ثنایا علیا کا وہ کنارا جو مسوڑھوں کے قریب اور اس سے ملا ہوا ہے اس سے (ث، ذ، ظ) نکلتے ہیں ان کو حروف لِثَویہ کہتے ہیں[۳]۔

تنبیہ: بعض کتابوں میں ان کا مخرج ثنایا علیا کا کنارا لکھا ہے اس سے مراد یہی ہے جو میں نے بیان کیا ہے اور دانتوں کی نوک مراد لینا درست نہیں۔

۱۳- زبان کی نوک اور ثنایا سفلیٰ کا کنارہ مع اتصال ثنایا علیا، اس سے (ز، س، ص) نکلتے ہیں ان کو حروف اَسَلِیّہ[۴] اور صفیرہ[۵] کہتے ہیں۔

۱۴- نیچے کے ہونٹ کا شکم اور ثنایا علیا کا کنارہ اس سے (ف) نکلتی ہے۔

۱۵- دونوں ہونٹ اس سے (ب، م، و) نکلتے ہیں۔ ب تری[۶] سے م خشکی[۷] سے اور دونوں ہونٹوں کے کناروں کو اس طرح بند کیا جائے کہ بیچ کھلا رہے، اس سے و نکلتا[۸] ہے، ان چاروں کو شفویہ کہتے ہیں[۹]۔

۱۶- جوف یعنی منہ کا خلا اس سے حروف مدّہ ادا ہوتے ہیں۔ حروفِ مدہ تین ہیں ایک واؤ ساکن

---

[۱] کیونکہ یہ تینوں حروف یعنی لام۔ نون۔ را۔ زبان کے ذلق (کنارہ) سے ادا ہوتے ہیں ۱۲

[۲] اس لیے کہ یہ حروف نِطع (یعنی دانتوں کے اوپر ابھرے ہوئے نشانات) کے پاس سے ادا ہوتے ہیں ۱۲

[۳] اس لیے کہ یہ حروف لِثہ (بکسر اللام) یعنی مسوڑھوں کے پاس سے ادا ہوتے ہیں ۱۲

[۴] اس لیے کہ یہ حروف اسلۃ اللسان (بفتح الہمزہ) یعنی زبان کی نوک کی دھار سے ادا ہوتے ہیں ۱۲

[۵] یہ نام صفتِ صفیر کی وجہ سے ہے اور صفت صفیر کا بیان باب چہارم کی دوسری فصل میں ہے ۱۲

[۶] یعنی ہونٹوں کی تری کا آخری حصہ ۱۲ [۷] یعنی ہونٹوں کی خشکی سے بالکل متصل تر کنارہ ۱۲

[۸] یعنی واؤ غیر مدّہ ۱۲ [۹] کیونکہ یہ حروف شفہ یعنی ہونٹ سے ادا ہوتے ہیں ۱۲

جب کہ اس سے پہلے پیش ہو، دوسرا یائے ساکن جب کہ اس سے پہلے زیر ہو، تیسرا حرف الف ہے، الف سے پہلے ہمیشہ زبر ہوتا ہے اور ہمیشہ مدّہ ہوتا ہے، اب سنو الف جوفِ حلق سے۔ واؤ جوفِ لب سے یا جوف دہن سے، ان کی انتہا منہ کی ہوا پر ہوتی ہے اس لیے ان کو جوفی اور ہوائی کہتے ہیں۔

۱۷۔ خیشوم یعنی ناک کا بانسہ اس سے غنّہ ادا ہوتا ہے، غنّہ ایک آواز کا نام ہے جو صفت لازمہ ہے نون اور میم کی۔ مراد اس سے وہ غنّہ ہے جو نونِ اخفا میں کیا جاتا ہے اور مدغم بادغام ناقص میں[1]

ف: لہات حلق کے کوّے کو کہتے ہیں۔ شجر کے معنیٰ بیچ کے آتے ہیں، حافہ کروٹ کو، ذلق، زبان کے کنارہ کو، نطع بستی اور نیچائی کو، لثہ مسوڑھے کو، اسلہ تیزی زبان اور روانی زبان کو، شفت ہونٹ کو کہتے ہیں۔

ف: ہمزہ اور الف کے مخرج سے معلوم ہو گیا کہ الف ہمیشہ ساکن ہوتا ہے اور اس کے پڑھنے میں جھٹکا نہیں ہوتا اور ہمزہ متحرک ہوتا ہے اور ساکن ہونے کی صورت میں جھٹکا ہوتا ہے جیسے مَأْكُوْلٍ لہٰذا جو بشکل الف لکھا ہو اور اس پر حرکت[2] ہو تو وہ ہمزہ ہے الف نہیں جیسے لفظ اَلْحَمْدُ میں اس کو خوب سمجھ لو۔

دوسری فصل حرف کے صحیح مخرج معلوم کرنے کا قاعدہ:

اساتذہ فن نے یہ بیان فرمایا ہے کہ جس حرف کا مخرج معلوم کرنا ہو اس حرف کو ساکن کر کے اس سے پہلے ہمزۂ مفتوحہ لا کر تلفظ کرو جیسے اَبْ، اَثْ اگر حرف کے مقررہ مخرج میں آواز ٹھہرے تو سمجھ لو کہ حرف صحیح ادا ہوا ورنہ غلط۔ پھر اس غلط کے صحیح ادا کرنے کی کوشش کرنی چاہیے تاکہ حرف صحیح ادا ہو سکے۔ کیونکہ تجوید کا موضوع[3] اصل حروف[4] ہی ہیں اور غایت[5] تصحیح حروف، اگر حروف صحیح ادا نہ ہوئے تو قرآن شریف کے پڑھنے میں غلطیاں ضرور ہوں گی، اور غلط پڑھنے کا حکم شروع کتاب میں معلوم ہو چکا ہے۔

تنبیہ: اگر مشق کرنے اور تصحیح حروف کے مقرر کردہ طریق سے کسی شخص کو اطمینان ہو جائے کہ میں صحیح حروف ادا کرتا ہوں تو اس پر اعتماد نہ کرنا چاہیے بلکہ اس فن کا جاننے والا جب تک تصدیق نہ کرے وہ قابل اعتبار نہیں، لہٰذا ایسے شخص کو چاہیے کہ کسی قاری کو سنا کر تصدیق کرا لے۔

---

[1] یعنی "غنّہ"، میم اور نون میں صفتِ لازمہ کے طور پر بھی ہوتا ہے (جو بہت ہی خفیف ہوتا ہے) اور حرف کی حیثیت سے بھی ہوتا ہے جیسے اخفا والے نون وغیرہ میں لیکن یہاں مراد حرفی غنّہ ہے کیونکہ مخارج حرفوں کے بیان کیے جا رہے ہیں (اگرچہ ادائیگی صفتی غنّہ کی بھی خیشوم ہی سے ہوتی ہے) ۱۲ [2] یا جزم ہو جیسے شَأْنِ وغیرہ ۱۲ [3] جس کے حالات علم میں بیان کیے جائیں وہ علم کا موضوع کہلاتا ہے ۱۲ [4] کیونکہ علم تجوید میں انھیں کی ادائیگی سے بحث ہوتی ہے ۱۲ [5] علم کی تحصیل پر جو نتیجہ حاصل ہوتا اس کو غایت کہتے ہیں۔ تجوید سے چونکہ حروف کی ادا و تلفظ صحیح ہوتا ہے اس لئے تجوید کی غایت تصحیح حروف ہے ۱۲

باب چہارم صفات لازمہ کے بیان میں

صفت کے معنیٰ حالت اور کیفیت کے ہیں اور لازمہ کے معنیٰ یہ ہیں کہ ہمیشہ رہنے والی یعنی جب حرف ادا کیا جائے تو وہ حالت اور کیفیت ضرور ہو، اسی وجہ سے ان کو ذاتیہ اور ضروریہ بھی کہتے ہیں صفات لازمہ بھی مخارج کی طرح سترہ ہیں جن میں سے دس صفات متضادہ ہیں یعنی پانچ، پانچ کی ضد ہیں اور سات غیر متضادہ ہیں۔

پہلی فصل ۔ صفات متضادہ کے بیان میں

پہلی صفت ہمس ہے۔ ہمس کے معنیٰ پستی اور ضعف کے ہیں اس کے ادا ہوتے وقت آواز مخرج میں ایسے ضعف سے ٹھہرتی ہے کہ سانس جاری رہتا ہے جیسے ناس کا سین۔ یہ صفت دس حرفوں میں پائی جاتی ہے۔ جن کا مجموعہ فَحَثَّهُ شَخْصٌ سَكَتَ ہے ان کو حروف مہموسہ کہتے ہیں۔ دوسری صفت اس کی ضد جہر ہے۔ جہر کے معنیٰ بلندی اور قوت کے ہیں اس کے ادا کرتے وقت آواز مخرج میں ایسی قوت کے ساتھ ٹھہرتی ہے کہ سانس بند[1] ہو جاتا ہے جیسے مُحِيط کی طا[2] حروف مہموسہ کے سوا باقی انیس حروف کو مجہورہ کہتے ہیں۔ تیسری صفت شدّت ہے۔ شدّت کے معنی سختی کے ہیں اس کے ادا کرتے وقت آواز مخرج میں ایسی سختی کے ساتھ ٹھہرتی ہے کہ بند ہو جاتی ہے جیسے حَرِيق کا قاف، یہ صفت آٹھ حرفوں میں ہے جن کا مجموعہ اَجِدُ قَطٍ بَكَتْ ہے۔ ان کو حروف شدیدہ کہتے ہیں۔ چوتھی صفت اس کی ضد رخاوت ہے۔ رخاوت کے معنیٰ نرمی کے ہیں اس کے ادا کرتے وقت آواز مخرج میں ایسی نرمی کے ساتھ ٹھہرتی ہے کہ جاری رہتی ہے جیسے مَنفُوش کا شین۔ یہ صفت آٹھ شدیدہ اور پانچ متوسط کے سوا باقی سولہ حروف میں پائی جاتی ہے ان کو حروف رخوہ کہتے ہیں۔ حروف متوسط کا مجموعہ لِنْ عُمَرُ ہے۔ ان کے ادا ہوتے وقت آواز مخرج میں نہ بالکل رکتی ہے۔ اور نہ بالکل جاری رہتی ہے۔ بلکہ درمیانی حالت ہوتی ہے۔ اسی واسطے ان کو بین بین بھی کہتے ہیں[3]۔

ف: انتیس حروف میں سے بعض میں شدت اور بعض میں رخاوت اور بعض میں صفتِ توسط ہے۔ اور ایک شے کی ضد کئی ہو سکتی ہیں، اس لئے یہاں شدت جس طرح رخاوت کی ضد ہے

---

[1] یہاں سانس بند ہونے سے مراد یہ ہے کہ تمام سانس آواز بن جاتا ہے اور اس کی اپنی اصل کیفیت باقی نہیں رہتی جبکہ صفت ہمس میں سانس کچھ آواز بن جاتا ہے اور کچھ اپنی کیفیت پر باقی رہتا ہے ۱۲

[2] صفت جہر و ہمس کا احساس جہری قراءۃ میں ہوتا ہے۔ سِرّی قراءۃ میں نہیں ۱۲

[3] حروفِ متوسطہ (صفتِ شدۃ کی بہ نسبت) رخاوت سے زیادہ قریب ہیں (الجواہر) ۱۲

اسی طرح متوسط کی بھی ہے۔ غرضیکہ ہر ایک دوسری دونوں کی ضد ہے کیونکہ ضد آپس میں جمع نہیں ہوتیں، اور یہاں ایسا ہی ہے اس بیان سے ظاہر ہو گیا کہ صفات متضادہ گیارہ ہونی چاہئیں، مگر چونکہ ہر ہر حرف میں پانچ ہی صفات ان میں سے ہوتی ہیں اور متوسط شدت یا رخاوت کی پوری مقابل نہیں اس لیے دس صفات مشہور ہیں، خوب سمجھ لو۔ پانچویں صفت استعلاء ہے استعلائ کے معنیٰ اوپر کی جانب اٹھنا، اس کے ادا ہوتے وقت زبان[1] اوپر تالو کی طرف اٹھتی ہے جیسے مِرْصَاد کی صاد۔ یہ صفت سات حرفوں میں ہے جن کا مجموعہ خُصَّ ضَغْطٍ قِظْ ہے ان کو حروف مستعلیہ کہتے ہیں۔ اور چونکہ ان میں زبان اوپر کو اٹھتی ہے اسی وجہ سے یہ حروف موٹے ہوتے ہیں۔ چھٹی صفت اس کی ضد استفال ہے۔ استفال کے معنیٰ نیچے رہنا۔ اس کے ادا ہوتے وقت زبان اوپر نہیں اٹھتی بلکہ نیچے رہتی ہے۔ اسی وجہ سے یہ حروف باریک رہتے ہیں جیسے غَيْث کی ثاء، حروف مستعلیہ کے سوا باقی بائیس حروف میں یہ صفت ہے اور ان کو حروف مستفلہ کہتے ہیں۔ ساتویں صفت اطباق ہے۔ اطباق کے معنیٰ لپیٹنے اور اچھی طرح سے ملنے کے ہیں۔ اس صفت کے ادا ہوتے وقت زبان کا اکثر حصّہ اوپر کے تالو سے لپٹ جاتا ہے جس کی وجہ سے خوب بھری ہوئی اور موٹی آواز نکلتی ہے جیسے طَارِق کی طاء یہ صفت چار حروف میں ہے وہ طاء ظاء، صاد، ضاد ہیں ان کو حروف مطبقہ کہتے ہیں۔

ف: ان حروف میں چونکہ زبان اوپر کے تالو سے لپٹ جاتی ہے اس وجہ سے زیادہ موٹے ہوتے ہیں۔ اس سے ظاہر ہو گیا کہ جو حروف صرف مستعلیہ ہیں ان میں ایک درجہ کی تفخیم ہوگی، اور جن میں دونوں صفتیں ہیں ان میں دو درجے کی۔ لہٰذا اس کا خیال رکھنا چاہیے۔ آٹھویں صفت اس کی ضد انفتاح ہے انفتاح کے معنیٰ جدا اور علیحدہ ہونے کے ہیں اس کے ادا ہوتے وقت زبان کا بیچ تالو سے نہیں لپٹتا بلکہ الگ رہتا ہے جیسے تابوت کی تاء۔ حروف مطبقہ کے سوا باقی پچیس حروف میں یہ صفت ہے۔ اور ان کو حروف منفتحہ کہتے ہیں، نویں صفت اذلاق ہے۔ اذلاق کے معنیٰ زبان اور ہونٹ کے کنارے سے ادا ہونا۔ یعنی اس کے ادا ہوتے وقت آواز مخرج سے آسانی اور جلدی سے نکل جاتی ہے کوئی گرانی نہیں ہوتی جیسے قُلْ کا لام۔ اس کے چھ حروف ہیں جن کا مجموعہ فَرَّ مِنْ لُبٍّ ہے۔ ان کو حروف مذلقہ کہتے ہیں۔ دسویں صفت اس کی ضد اصمات ہے۔ اصمات کے معنیٰ رد کنے کے ہیں اس کے ادا ہوتے وقت آواز رک کر گرانی سے نکلتی ہے جیسے مَجْذُوْذ کی ذال حروف مذلقہ کے علاوہ باقی تئیس (۲۳) حروف میں یہ صفت ہے کہ ان کو حروف مُصْمِتَه کہتے ہیں۔

ف: ان صفات میں سے ہر حرف میں پانچ صفات ضرور ہوں گی۔ میں نے جو مثالیں لکھیں ہیں

---

[1] یعنی زبان کی جڑ چنانچہ جڑ کے بعد والا حصّہ تالو سے الگ رہتا ہے ۱۲

جن حروف میں وہ صفتیں ہیں۔ دوسرے حروف میں ان کی ضد ہوگی۔ لہٰذا جس حرف کے متعلق سوال ہو کہ اس میں کون سی صفات ہیں تو شروع سے غور کرو[1]۔ جو صفات آپس میں ضد ہیں ان میں سے ایک اس حرف میں ضرور ہوگی۔

ف: صفات کے بیان سے معلوم ہوگیا کہ دال میں شدّت ہے اور اس میں آواز بند ہو جاتی ہے اور ضاد میں رخاوت ہے اور اس میں آواز جاری رہتی ہے پس اگر ضاد کو مشابہ دال کے پڑھا جائے گا تو صفت رخاوت ادا نہ ہوگی اور اگر صحیح پڑھا جائے گا تو صفت رخاوت ادا ہوگی اور ظا سے بلا قصد تھوڑی مشابہت ہوگی۔

دوسری فصل۔ صفات غیر متضادہ کے بیان میں:

جن حروف میں یہ صفات پائی جاتی ہیں ان کا نام مقرر ہے اور جن میں یہ صفات نہیں ہوتیں بلکہ ان کی ضد ہوتی ہے۔ ان کا نام کوئی مقرر نہیں اس لئے ان کو صفات غیر متضادہ کہتے ہیں، صفات غیر متضادہ سات ہیں۔

پہلی صفت **صفیر** ہے صفیر کے معنیٰ مثل سیٹی کے ہیں کیونکہ ان کے ادا ہوتے وقت آواز سیٹی کی طرح نکلتی ہے جیسے عَزِیْزٌ کی زا، یہ صفت تین حروف میں پائی جاتی ہے' وہ ز، س، ص ہیں ان کو حروف صفیرہ کہتے ہیں۔

ف: باقی چھبیس حروف میں یہ صفت نہیں بلکہ اس کی ضد[2] ہے، مگر چونکہ اس ضد کا کوئی نام نہیں اس لیے اس صفت کو غیر متضادہ کہتے ہیں۔

دوسری صفت **قلقلہ** ہے قلقلہ کے معنیٰ جنبش اور حرکت کے ہیں، حروف قلقلہ کی ادائیگی کے وقت ان کے مخرج میں ایک جنبش ہوتی ہے۔ حالتِ سکون میں زیادہ اور حالتِ حرکت میں کم، اور وقف کی حالت میں سکون سے بھی زیادہ حرکت ہوتی ہے، یہ صفت پانچ حروف کی ہے جن کا مجموعہ قُطْبُ جَدٍّ ہے اور مشہور ترین ان حروف میں قاف[3] ہے۔

تیسری صفت **لین** ہے، لین کے معنیٰ نرمی کے ہیں، اس کے ادا کرتے وقت ایسی نرمی ہوتی ہے کہ اگر مد کرنا چاہیں تو کر سکیں جیسے خَوْف اور بیت، یہ صفت واؤ ساکن اور یائے ساکن کی ہے جبکہ ان سے پہلے زبر ہو ان دونوں کو حرف لین کہتے ہیں۔

---

[1] ہر ہر حرف کی صفات ضبط کرنے اور ان کو محفوظ رکھنے کا طریقہ کتاب "فیوض مکیہ" میں دیکھیں ۱۲

[2] یعنی عدمِ صفیر۔ لیکن چونکہ یہ ایک عدمی و سلبی کیفیت ہے اس لئے معتبر نہیں ۱۲

[3] کیونکہ قاف میں بہ نسبت حروف "طَبَّ جَدٌّ" کے قلقلہ زیادہ واضح اور قوی ہے ۱۲

چوتھی صفت **انحراف** ہے انحراف کے معنی پھرنا، لوٹنا ہیں۔ یہ صفت لام اور رار کی ہے۔ اس کے ادا ہوتے وقت زبان کا کنارہ دوسرے حرف کے مخرج کی طرف لوٹتا ہے۔ چنانچہ لام کے ادا کرتے وقت زبان کا کنارہ رار کے مخرج کی طرف اور رار کے ادا کرتے وقت لام کے مخرج کی طرف لوٹتا ہے۔ اسی وجہ سے خیال نہ رکھنے کی وجہ سے بعض اوقات رار کی جگہ لام ادا ہو جاتا ہے خصوصًا اکثر بچوں سے ایسا ہی ہوتا ہے ان دونوں کو حروف منحرفہ کہتے ہیں۔

پانچویں صفت **مشابہت تکرار** ہے[۱]، اس کے معنی تکرار کی طرح ہونا ہیں اس کے ادا ہوتے وقت زبان میں رعشہ اور لرزہ پیدا ہوتا ہے، اس وقت آواز میں تکرار کی مشابہت پیدا ہو جاتی ہے، اس کو حرف مکرر کہتے ہیں

تنبیہ: اس صفت کے ادا کرنے میں بہت خیال کرنا چاہیے، تاکہ دو رار معلوم نہ ہوں کیونکہ تکرار سے بچنا ضروری ہے اور اس کا طریقہ اساتذہ نے یہ لکھا ہے کہ زبان کو رار کے مخرج میں مضبوطی کے ساتھ[۲] لگائے رکھیں اور جن کتابوں میں تکرار کو صفت قرار دیا ہے اس سے مراد مشابہت تکرار ہی ہے، تجوید کی معتبر کتابوں میں اسی طرح لکھا ہے۔

چھٹی صفت **تفشی** ہے تفشی کے معنی آواز کا منہ میں پھیلنا، اس کے ادا ہوتے وقت آواز مخرج[۳] میں پھیل کر نکلتی ہے یہ صفت صرف شین کی ہے اس کو حرف تفشی کہتے ہیں۔

ساتویں صفت **استطالت** ہے۔ یہ صفت صرف ضاد کی ہے، استطالت کے معنی درازی چاہنا، یعنی اس کے ادا ہوتے وقت مخرج میں حافۂ زبان کے شروع سے آخر حافہ تک آواز کو امتداد یعنی درازی رہتی ہے۔ جتنا اس کا مخرج طویل ہے اتنی ہی آواز بھی مخرج میں طویل ہوتی ہے

بابِ پنجم صفاتِ عارضہ کے بیان میں

جاننا چاہیے کہ صفات عارضہ ان صفات کو کہتے ہیں کہ کبھی ہوں اور کبھی نہ ہوں لہذا اس باب میں حروف کے وہ حالات بیان ہوں گے جو بعض وقت ہوں اور بعض وقت نہ ہوں۔

پہلی فصل تفخیم و ترقیق کے بیان میں

تفخیم کے معنی موٹا اور پُر کرنے کے اور ترقیق کے معنی باریک کرنے کے ہیں۔ یہ معلوم ہو چکا ہے کہ صفات لازمہ میں سے ایک صفت استعلاء بھی ہے اس کے سات حروف ہیں اور

[۱] جس کا اصل نام تکریر ہے ۱۲ [۲] مگر اسی قدر کہ اس کی صفتِ توسط فوت نہ ہو ۱۲

[۳] مطلب یہ ہے کہ شین کے مخرج میں جو قدرے خلاء رہتا ہے اس میں آواز پھیلتی ہے ۱۲

یہ حروف ہر حال میں پُر پڑھے جاتے ہیں اور ان کے علاوہ باقی سب حروف مستفلہ ہیں وہ باریک پڑھے جاتے ہیں۔ لیکن ان حروف مستفلہ میں سے چار حروف ایسے ہیں کہ وہ بعض صورتوں میں موٹے پڑھے جاتے ہیں[۱] وہ حروف یہ ہیں۔

(۱) لفظ اللہ کا لام جب کہ اس سے پہلے حرف پر زبر یا پیش ہو جیسے وَاللّٰہُ، رَسُوْلُ اللّٰہِ اور اگر اس لام سے پہلے زیر ہو تو باریک پڑھا جائے گا جیسے لِلّٰہِ[۲]

تنبیہ: لفظ اَللّٰھُمَّ کا لام بھی چونکہ لفظ اللہ ہی کا لام ہے اس لیے اگر اس سے پہلے زبر یا پیش ہو تو پُر ہوگا ورنہ باریک بخلاف مَاوٰلھُمْ کے لام کے کیونکہ یہ اللہ کا لام نہیں اس لیے باریک ہی پڑھا جائے گا۔

(۲) راء ہے جبکہ اس پر زبر یا پیش ہو جیسے رَشَدًا اور رُشْدًا یا راء ساکن ہو اس سے پہلے حرف پر زبر یا پیش ہو جیسے تَرْجِعُ تُرْجَعُ یا راء ساکن سے پہلے زیر دوسرے کلمہ میں ہو جیسے رَبِّ ارْجِعُوْنِ یا راء ساکن سے پہلے زیر عارضی ہو[۳] جیسے اِرْجِعُوْا یا راء ساکن[۴] کے بعد حروف مستعلیہ میں سے کوئی حرف مفتوح اسی کلمہ میں ہو جیسے مِرْصَادًا اور اگر دوسرے کلمہ میں حرف استعلاء ہو جیسے اَنْذِرْ قَوْمَكَ یا فَاصْبِرْ صَبْرًا تو پھر حرف استعلاء کا کچھ اعتبار نہ ہوگا یا راء وقف کی وجہ سے ساکن ہو اور اس سے پہلے والا حرف بھی ساکن ہو تو راء سے پہلے حرف پر اگر زبر یا پیش ہو جیسے قَدْرْ ○ اُمُوْرْ ○ یہ سب صورتیں تفخیم کی ہیں ان کے علاوہ بقیہ سب صورتیں ترقیق کی ہیں چنانچہ جب راء کے نیچے زیر ہو جیسے شِرْبٍ یا راء ساکن سے پہلے زیر اصلی اسی کلمہ میں ہو اور راء ساکن کے بعد حرف مستعلیہ نہ ہو جیسے فِرْعَوْنَ[۵] یا راء ساکن سے پہلے یائے ساکنہ ہو جیسے خَيْرٌ○ خَبِيْرٌ○ تو ان سب صورتوں میں راء باریک ہوگی لیکن فِرْقٍ[۶] کی راء کو پُر اور باریک دونوں طرح پڑھنا جائز ہے۔ راممالہ[۷] اور وہ راء جو وقف کی وجہ سے ساکن ہو اور اس سے

۱؎ لیکن اس سے ان حروف کی صفتِ استفال کو عارضی نہیں سمجھنا چاہیے کیونکہ ان بعض صورتوں میں مذکورہ حروف کی صفت استفال کا ادا نہ ہونا عارضی ہے ورنہ استفال صفت لازمہ ہے جو کسی سبب پر موقوف نہیں ۱۲

۲؎ یعنی لفظ اللہ کے دونوں لام پُر پڑھے جائیں گے۔ اور ماقبل کسرہ ہو تو دونوں لام باریک پڑھے جائیں گے ۱۲

۳؎ لیکن چونکہ بغیر علم عربیت پڑھے ہمزۂ عارضی کی شناخت نہیں ہو سکتی اسی طرح کلمہ کا ایک یا دو معلوم ہونا بھی مبتدی کو مشکل ہے اس لئے معلوم ہونا چاہیے کہ ان تینوں قاعدوں کے کلمات قرآن کریم میں سولہ[۱۶] جگہ واقع ہیں جن کو بحوالہ سورۃ اور آیۃ رسالہ "قواعد المبتدی" میں جمع کر دیا گیا ہے ۱۲ ۴؎ یعنی وہ راء ساکنہ جس سے پہلے زیر ہو ۱۲

۵؎ اس خط کشیدہ عبارت کا اضافہ میں نے کیا ہے ۱۲ ابوسالم ۶؎ بشرطیکہ اس پر وقف بالروم نہ کیا جائے ۱۲

۷؎ یہ لفظ سورہ شعراء کی تریسٹھویں آیت میں واقع ہے ۱۲ ۸؎ جو صرف ایک جگہ ہے ۱۲

پہلے والا حرف بھی ساکن ہو اور اس سے پہلے والے حرف پر زیر ہو یہ بھی دونوں راء باریک ہوں گی جیسے مَجْرٖىهَا اور حِجْرٍ۝

ف: جس راء پر روم کے ساتھ وقف کیا جائے یا راء مشددہ ہو یہ دونوں راء اپنی حرکت کے اعتبار سے پڑھی جائیں گی یعنی زبر و پیش میں موٹی زیر میں باریک۔ وقف بالروم کے معنیٰ وقف کے بیان میں ان شاء اللہ معلوم ہو جائیں گے۔

(۳) واؤ مدہ جب کہ اس سے پہلے کوئی حرف مفخم آجائے جیسے مَسْطُوْرٍا اور مَرْصُوْصٌ وغیرہ یہ واؤ بھی موٹا پڑھا جائے گا لیکن یہ قیاس ہے اس کی صراحت تجوید کی کسی معتبر کتاب میں نہیں۔

(۴) الف ہے جب کہ اس سے پہلے کوئی ایسا حرف ہو جو موٹا پڑھا جاتا ہو خواہ وہ حروف مستعلیہ میں سے کوئی ہو یا راء مفخمہ ہو یا لفظ اللہ کا لام ہو۔

ف: جو حروف پُر ہوتے ہیں ان میں آپس میں فرق ہوتا ہے چنانچہ سب سے زیادہ پُر لفظ اللہ کا لام ہے پھر طاء پھر صاد پھر ضاد پھر ظاء پھر قاف پھر غین اور خاء پھر راء ہے۔ یہی فرق اس الف کو پُر پڑھنے کے لحاظ سے ہے جو ان کے بعد ہو گا۔ باقی حروف ہر حالت میں باریک رہیں گے۔

تنبیہ: حروف مستعلیہ میں تفخیم اتنی نہ کی جائے کہ واؤ کی بُو یا صاف واؤ کی زیادتی معلوم ہو کیونکہ یہ اہل فن کے طریقہ کے خلاف ہے غرضیکہ تفخیم میں ہونٹوں کا بالکل دخل نہیں عام طور سے لوگ تفخیم میں غلطی کرتے ہیں اسی طرح حروف مستفلہ میں زیادہ باریکی نہ کریں کیونکہ امالہ صغریٰ[۱] پیدا ہونے کا احتمال ہے۔

دوسری فصل اجتماع مثلین و متجانسین و متقاربین اور ان کے ادغام کے بیان میں

جاننا چاہیے کہ ایک قسم کے دو حرفوں کو مثلین اور ایک مخرج کے دو حرفوں کو متجانسین اور قریب المخرج دو حرفوں کو متقاربین کہتے ہیں پس اگر ایک قسم کے دو حرف پاس پاس آئیں تو اس کو اجتماع مثلین کہتے ہیں خواہ ایک کلمہ میں ہوں جیسے ءَاَنْذَرْتَهُمْ میں دو ہمزہ اور جِبَاهُهُمْ میں دو ہاء، خواہ دو کلموں میں ہوں جیسے هٰٓؤُلَآءِ اِنْ كُنْتُمْ میں دو ہمزہ اور اَلَّنْ نَّجْمَعَ عِظَامَهٗ میں دو عین اور اگر ایک مخرج کے دو حرف پاس پاس جمع ہوں تو اس کو اجتماع متجانسین کہتے

---

[۱] اس کو تقلیل بھی کہتے ہیں۔ لفظ مَجْرٖىهَا کی راء میں جو امالہ ہوتا ہے (جس کا بیان دوسرے باب میں گذر چکا ہے) اس کو امالہ کبریٰ کہتے ہیں اور الف اور امالہ کبریٰ کے درمیان پڑھنے کو امالہ صغریٰ کہتے ہیں لیکن بروایتِ حفصؒ قرآن حکیم میں کہیں امالہ صغریٰ نہیں ہے البتہ ورشؒ اور ابو عمرو بصریؒ وغیرہما کے نزدیک بکثرت ہے ۱۲

ہیں جیسے زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ میں حا اور عین ایک مخرج کے ہیں اور اگر قریب المخرج دو حرف پاس پاس جمع ہوں تو اس کو اجتماع متقاربین کہتے ہیں جیسے رُسُلُ رَبِّكَ میں لام اور راء قریب المخرج ہیں۔

تنبیہ: ان تینوں صورتوں میں خاص طور پر اس کا اہتمام اور بہت زیادہ خیال رکھنا چاہیے کہ دونوں حرف پوری صفات کے ساتھ ادا ہوں علیٰ ہذا لفظ اَنْقَضَ ظَهْرَكَ اور يَعَضُّ الظَّالِمُ میں بہت ہی اہتمام کی ضرورت ہے کہ دونوں حروف پوری صفات کے ساتھ ایک دوسرے سے ممتاز پڑھے جائیں کیونکہ لوگ اس میں بہت ہی غلطی کرتے ہیں۔ عام طور سے لوگ اس کا خیال نہیں رکھتے خصوصاً جہاں دو ہمزہ ہوں وہاں خوب صاف صاف دونوں کو ان کے مخرج سے تحقیق کے ساتھ ادا کر کے پڑھے تاکہ سختی دونوں کی پورے طور پر ادا ہو سوائے چند الفاظ کے وہ یہ ہیں: لفظ آلذَّكَرَيْنِ دو جگہ سورۂ انعام میں۔ اور لفظ آلْئٰنَ دو جگہ سورۂ یونس میں اور لفظ آللّٰهُ[1] دو جگہ پہلا سورۂ یونس میں دوسرا سورۂ نمل میں۔ ان کا دوسرا ہمزہ تسہیل اور ابدال کے ساتھ پڑھا جائے گا۔ مگر ابدال اولیٰ ہے تسہیل سے۔

تسہیل کے معنی ہمزہ اور الف کے درمیان پڑھنا اور ابدال کے معنی ہمزہ کو خالص الف سے بدل کر پڑھنا۔ اور لفظ ءَاَعْجَمِيٌّ جو سورۂ حٰمٓ سجدہ میں ہے۔ اس کا دوسرا ہمزہ الف اور ہمزہ کے درمیان بغیر جھٹکے اور سختی کے پڑھنا چاہیے اس کو تسہیل کہتے ہیں[2] سوائے ان الفاظ کے تمام قرآن شریف میں روایت حفصؒ میں اور کہیں تسہیل نہیں ہے لہٰذا اس کے علاوہ ہمزہ کو خوب سختی کے ساتھ ادا کرنا چاہیے۔

اور جہاں دو ہمزہ اصلی[3] ایک کلمہ میں اس طرح ہوں کہ پہلا متحرک دوسرا ساکن تو ہمزہ ساکن کو پہلے ہمزہ کی حرکت کے موافق بدل کر پڑھنا چاہیے جیسے ءَاْمَنُوْا میں اٰمَنُوْا۔ اور اِءْمَانٌ میں اِيْمَانٌ اور اُءْتُمِنَ میں اُوْتُمِنَ۔ اور اگر ہمزہ منفردہ ساکنہ کلمہ کے شروع میں ہو اور ابتدا ہمزۂ وصلی کے ساتھ کی جائے تو اس وقت بھی ہمزۂ ساکنہ بدلا جائے گا جیسے اِيْتُوْنِيْ۔ اِيْتِ اور اگر ہمزہ وصلی سے ابتدا نہ کی جائے بلکہ ماقبل کے آخر حرف سے ملا کر پڑھا جائے تو پھر ہمزہ ساکنہ نہ بدلا جائے گا جیسے فِرْعَوْنُ ائْتُوْنِيْ۔ اس وقت ہمزہ باقی رکھنا درست نہیں پس ابتدا میں ہمزہ باقی رہتا ہے۔

اب اگر لام تعریف سے پہلے ہمزہ وصلی کے ساتھ ابتدا کی جائے تو ہمزہ مفتوح ہوگا جیسے

---

[1] یہ تینوں الفاظ اصل میں ءَالذَّكَرَيْنِ۔ ءَالْئٰنَ۔ ءَاللّٰهُ ہیں ۱۲

[2] یہ تسہیل لفظ ءَاَعْجَمِيٌّ میں واجب ہے جس کا ادا کرنا ضروری ہے ۱۲

[3] جس کو ہمزۂ قطعی بھی کہتے ہیں ۱۲

اَلْحَمْدُ اَلْقَمَرُ وغیرہ۔ اور اگر کسی اسم کے شروع سے ہمزہ وصلی کے ساتھ ابتدا کی جائے تو ہمزہ وصلی مکسور ہوگا جیسے اِسْمُ اِبْنُ وغیرہ۔ اور اگر کسی فعل کے شروع سے ہمزہ وصلی کے ساتھ ابتدا کی جائے تو فعل کے تیسرے حرف کا ضمہ اگر اصلی ہے تو ہمزہ بھی مضموم ہوگا جیسے اُقْتُلُوْا اُدْخُلُوْا وغیرہ ورنہ مکسور ہوگا جیسے اِذْهَبْ، اِرْجِعْ وغیرہ۔

ادغام کا بیان: جاننا چاہیے کہ اگر دو حرف ایک[1] طرح کے یعنی مکرر ہوں یا ایک[2] مخرج یا قریب[3] المخرج اس طرح جمع ہوں کہ پہلا ساکن، دوسرا متحرک، چاہے ایک کلمہ میں ہوں یا دو کلموں میں تو پہلے ساکن کا دوسرے میں ادغام کرنا ضروری ہے لیکن نون ساکنہ کے ادغام میں دو کلموں کی شرط ہے۔ اگر نون ساکنہ اور اس کا مدغم فیہ ایک کلمہ میں ہوں تو ادغام نہ ہوگا۔

ادغام کے معنیٰ یہ ہیں کہ دو حرفوں کو ایک کر دینا یعنی پڑھنے میں ایک حرف مشدد معلوم ہو اس کی دو قسمیں ہیں ایک تام، دوسری ناقص، تام وہ ہے کہ پہلا حرف بالکل دوسرے حرف کی طرح ہو جائے جیسے اِذْ ظَلَمُوْا کو اِظَّلَمُوْا پڑھیں گے۔ اور ناقص وہ ہے جس میں پہلے حرف کی کوئی صفت باقی رہے جیسے مِنْ يَّوْمٍ میں نون بالکل یا نہیں ہوتا[4]۔ پہلے حرف کو مدغم دوسرے کو مدغم فیہ کہتے ہیں۔

اب سنو کہ مثلین میں صرف ادغام تام ہوتا ہے جیسے قَدْ دَّخَلُوْا، اِذْ ذَّهَبَ یہ حکم ہر مثلین میں ہے لیکن اگر پہلا حرف مدہ ہو اور دوسرا غیر مدہ تو ادغام نہ ہوگا۔ لہٰذا قَالُوْا وَمَالَنَا اور فِيْ يَوْمٍ میں قَالُوْا وَّمَالَنَا اور فِيْ يَّوْمٍ ادغام کے ساتھ نہیں پڑھا جائے گا اور متجانسین میں ادغام تام اور ناقص دونوں ہوتے ہیں چنانچہ دال کا ادغام تار میں جیسے قَدْ تَّبَيَّنَ اور تا کا ادغام دال میں جیسے اَثْقَلَتْ دَّعَوَا اور ذال کا ادغام ظاء میں جیسے اِذْ ظَّلَمُوْا اور تار کا ادغام طار میں جیسے وَقَالَتْ طَّآئِفَةٌ میں ادغام تام ہوتا ہے۔ نیز ثار کا ادغام ذال میں جیسے يَلْهَثْ ذّٰلِكَ لیکن حروف حلقی کا ادغام اپنے ہم جنس میں نہ ہوگا جیسے فَاصْفَحْ عَنْهُمْ بلکہ اپنے مماثل میں ہوگا جیسے مَالِيَهْ هَّلَكَ اور طار کا ادغام تار میں ناقص ہوتا ہے جیسے بَسَطْتَّ اَحَطْتُّ، فَرَّطْتُّمْ وغیرہ میں چونکہ صفت اطباق طار کی باقی ہے بعض لوگ ان میں بھی ادغام تام کر دیتے ہیں یہ بڑی غلطی ہے اور متقاربین میں بھی ادغام تام اور ناقص دونوں ہوتے ہیں چنانچہ لام کا ادغام رار میں جیسے قُلْ رَّبِّ۔

---

[1] پہلی صورت میں ادغام مثلین / دوسری صورت میں ادغام متجانسین / تیسری صورت میں ادغام متقاربین کہتے ہیں۔ اور ادغام متقاربین کی آسان تعریف یہ ہے کہ "جب دونوں حرف نہ مثلین ہوں، نہ متجانسین تو ادغام متقاربین ہوگا"، ۱۲ [4] بلکہ اس کی صفت غنہ باقی رہتی ہے ۱۲

اور نون ساکن وتنوین کا ادغام را میں جیسے مِنْ رَّبِّهِمْ اور لام میں جیسے اِنْ لَّمْ اور مثال تنوین کی جیسے مِنْ ثَمَرَةٍ رِّزْقًا اور هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ اور با کا ادغام میم میں۔ جیسے اِرْكَبْ مَّعَنَا ادغام تام ہوتا ہے نون ساکن اور تنوین کا ادغام یا اور واؤ میں ناقص ہوتا ہے جیسے مَنْ يَّقُوْلُ، مِنْ وَّلِيٍّ مثال تنوین کی جیسے وَّرَعْدٌ وَّبَرْقٌ يَّجْعَلُوْنَ چونکہ اس میں صفت نون کی غنہ باقی ہے اور میم میں مختلف فیہ[1]۔ اس لیے بعض حضرات کے نزدیک غنہ[2] نون مدغم کا ہے اور بعض کے نزدیک مدغم فیہ کا ہے۔

اور حروف حلقی کا ادغام اپنے متقارب میں نہ ہوگا جیسے فَسَبِّحْهُ نیز غیر حلقی میں بھی نہ ہوگا جیسے لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا۔ نیز لام قُلْ اور لام بَلْ اور لام هَلْ کا ادغام نون میں نہ ہوگا[ع] جیسے قُلْ نَعَمْ، هَلْ نَدُلُّكُمْ، بَلْ نَظُنُّكُمْ اور لفظ اَلَمْ نَخْلُقْكُمْ ادغام ناقص وتام دونوں ہیں لیکن ادغام تام اولیٰ ہے۔ اگر صفت استعلاء باقی رکھ کر پڑھا تو ناقص ہوگا۔ اور اگر بالکل بدل کر پڑھا تو تام ہوگا اور یہی اولیٰ ہے۔

ف: اِرْكَبْ مَّعَنَا۔ يَلْهَثْ ذٰلِكَ میں اظہار[3] بھی جائز ہے۔ نٓ وَالْقَلَمِ اور يٰسٓ وَالْقُرْاٰنِ میں اظہار اور ادغام دونوں وجہ ہیں لیکن اظہار اکثر راجح[4] ہے نُوْنِ يٰسٓ اور نٓ وَالْقَلَمِ کے نون کا ادغام جو ہوتا ہے اس کو خاص طور سے استاد سے پوچھیں۔ اکثر لوگ اس کے ادغام میں غلطی کرتے ہیں اور صحیح طور پر ادغام نہیں کرتے۔

تیسری فصل نون ساکن اور تنوین کے بیان میں

جاننا چاہیے کہ نون ساکن وہ ہے جس پر کوئی حرکت نہ ہو[5] اور نون تنوین ایک نون ساکنہ زائدہ جو کلمہ کے آخر میں لاحق ہوتا ہے جس کی علامت مروجہ آج کل یہ ہے کہ تنوین کے مواقع میں بجائے ایک حرکت کے دو حرکت لکھ دیتے ہیں جیسے اً، اٍ، اٌ اسی کو تنوین یا نون تنوین کہتے ہیں مگر پڑھنے میں ان دونوں کی آواز یکساں ہوتی ہے جیسے[6] ہمزہ نون زبر اَنْ اور ہمزہ دو زبر اً۔

ف: تنوین ہمیشہ کلمہ کے آخر میں ہوتی ہے ان دونوں کے چار حکم ہیں:

---

[1] جیسے عَنْ مَّوَاضِعِهِ۔ بَلْ عَامَنَ الرُّسُلِ لیکن یہ اختلاف صرف اعتباری ہے ورنہ ادائیگی میں کوئی اختلاف نہیں ۱۲ [2] اس خط کشیدہ عبارت کو طلباء عزیز اس طرح یاد کریں "نیز اَلْ تعریفی کے لام کے علاوہ کسی لام کا ادغام نون میں نہ ہوگا" ۱۲ [ع] بلکہ جزم لکھا ہوا ہو ۱۲

[3] یہ بطریق جزریؒ ہے ورنہ بطریق شاطبیؒ صرف ادغام ہے ۱۲ [4] کیونکہ بطریق شاطبیؒ اظہار ہی مروی ہے ۱۲

[5] یعنی بحالت وصل ورنہ نون ساکن وصل ووقف دونوں حالتوں میں پڑھا جاتا ہے بخلاف تنوین کے کہ وہ اگر دو زبر ہیں تو وقف میں الف سے بدل کر پڑھا جاتا ہے ورنہ حذف کیا جاتا ہے ۱۲

۱۔ **اظہار**: اظہار کے معنی ظاہر کر کے پڑھنا[1]۔ یعنی نون کے مخرج میں زبان لگا کر بغیر دیر لگائے ادا کرنا۔ اظہار اس وقت ہوتا ہے جبکہ نون یا تنوین کے بعد کوئی حرف حلقی[2] آجائے چاہے ایک کلمہ میں ہو جیسے اَنْعَمْتَ یا دو کلموں میں جیسے مَنْ عَمِلَ، سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ اس کو اظہار حلقی[3] اور حقیقی کہتے ہیں۔

۲۔ **ادغام**: یہ اس وقت ہوتا ہے جبکہ نون ساکن ایک کلمہ کے آخر میں ہو اور تنوین تو آخر کلمہ میں ہوتی ہی ہے، دوسرے کلمہ کے شروع میں حروف یَرْمَلُوْنَ میں سے کوئی حرف آجائے تو یار، واؤ، میم، نون میں ادغام غنہ کے ساتھ اور لام اور رار میں ادغام بلاغنہ ہوتا ہے مثالیں یہ ہیں مَنْ یَّقُوْلُ، مِنْ وَّلِیٍّ، مِنْ مَّنٍّ، مِنْ نَّبِیٍّ، مِنْ لَّبَنٍ، مِنْ رَّبِّكَ۔

تنبیہ: دُنْیَا، صِنْوَانٌ، قِنْوَانٌ، بُنْیَانٌ میں ادغام نہ ہوگا کیونکہ نون ویار، نون و واؤ ایک ہی کلمہ میں ہیں۔ اس لیے اظہار ہوگا۔ اس کو اظہار مطلق[4] کہتے ہیں۔

۳۔ **اقلاب**: اقلاب کے معنی بدلنے کے ہیں۔ نون ساکن یا تنوین کے بعد اگر بار آجائے خواہ ایک کلمہ میں ہو یا دو کلموں میں تو نون و تنوین کو میم سے بدل کر غنہ کے ساتھ پڑھا جاتا ہے جیسے مِنْ بَعْدُ سَمِیْعٌ بَصِیْرٌ[5]۔

۴۔ **اخفار**: اخفار کے معنی چھپانے کے ہیں اگر نون ساکن یا تنوین کے بعد حروف حلقی اور حروف

---

[1] ہر حرف میں اصل اظہار ہی ہے یعنی حرف کو اس کے مخرج اور صفات لازمہ کے ساتھ ادا کرنا ۱۲

[2] حروف حلقی چھ ہیں ء ہ ع ح غ خ

حروف حلقی چھ ہیں سن تو اے فتا　　ہمزہ ہاؤ عین و حاؤ غین دخار ۱۲

[3] یہ دونوں نام اس لیے استعمال کیے جاتے ہیں تاکہ میم کے اظہار سے التباس نہ ہو۔ پہلے نام کی وجہ ظاہر ہے کہ اس اظہار کا سبب حروف حلقی ہیں۔ اور اظہار حقیقی کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ "اظہار" کی علت یعنی وجہ بُعدِ مخرج ہے یعنی اظہار دو متصل حرفوں کے مخرج میں دوری کی وجہ سے ہوتا ہے اور یہ علت حقیقی طور پر اسی اظہار میں پائی جاتی ہے کہ حرفِ نون اور حروفِ حلقی کے مخرج میں حقیقتاً بُعد ہے کہ نون کا مخرج سرا زبان و تالو ہے اور حروفِ حلقی کے مخارج حلق میں واقع ہیں۔ بخلاف اظہار شفوی کے کہ اس کے تمام حرفوں میں میم کے مخرج سے نہ تو اس قدر بُعد ہے اور نہ ہی سب حرفوں میں حقیقۃً بُعد ہے جیسے اِیَابَهُمْ ثُمَّ میں میم اور ثار/ عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ میں میم اور واؤ۔ وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ ۱۲

[4] یعنی غیر مقید۔ کیونکہ اس میں اظہار حلقی اور اظہار شفوی کی طرح حرف حلقی وغیرہ کی قید نہیں ۱۲

[5] لیکن اقلاب کا اطلاق نون ساکن یا تنوین کو اخفار کی غرض سے بدل کر پڑھنے کی صورت میں ہوگا ورنہ اگر ادغام کی غرض سے بدلا گیا تو پھر اس کو اقلاب نہیں کہا جائے گا جیسے مِنْ مَّآءٍ اور ایک کلمہ میں اقلاب کی مثال اَنْۢبِیَآءُ وغیرہ ہے ۱۲

یرملون اور بار کے علاوہ باقی پندرہ[1] حرفوں میں سے کوئی حرف آجائے خواہ ایک کلمہ میں ہو یا دو کلموں میں تو اخفاء ہوگا۔ یعنی اس نون وتنوین کو نون کے مخرج کے قریب زبان لگا کر[2] فقط خیشوم سے غنہ کے ساتھ پڑھنا چاہیے جیسے مِنْ شَرِّ، شَيْءٍ شَهِيدٍ، اَنْفُسَهُمْ اس کو اخفاءِ حقیقی کہتے[3] ہیں۔ اخفاء کے پندرہ حروف یہ ہیں:

ت، ث، ج، د، ذ، ز، س، ش، ص، ض، ط، ظ، ف، ق، ك

تنبیہ: نون ساکن یا تنوین کے بعد اگر فا آجائے تو بعض لوگ اس طرح پڑھتے ہیں جیسے ادغام ناقص کیا جاتا ہے۔ یہ درست نہیں جس طرح مِنْ شَرِّ کو پڑھتے ہیں وہی حالت نون ساکن کی اَنْفُسَهُمْ میں ہونی چاہیے آج کل بہت سے پڑھے لکھے لوگ بھی اس کا خیال اور اہتمام نہیں کرتے حالانکہ تجوید کی معتبر کتابوں میں اس کا وجود نہیں۔ صرف چار حکم منقول ہیں جو اوپر لکھے گئے ہیں۔

چوتھی فصل میم ساکن کے بیان میں

میم ساکن کے تین حکم ہیں۔

۱۔ **اخفاء:** اگر میم ساکن کے بعد بار آجائے تو وہاں اخفاء[4] ہوگا جیسے وَمَنْ يَعْتَصِمْ بِاللّٰهِ اس کو اخفاءِ شفوی[5] کہتے ہیں۔ اس میں اظہار بھی جائز[6] ہے۔ مگر اخفاء اولیٰ اور مختار ہے۔ بعض لوگ اظہار ہی کو جائز سمجھتے ہیں یہ ان کی غلطی ہے۔

۲۔ **ادغام:** اگر میم ساکن کے بعد دوسرا میم آجائے تو ادغام ہوگا جیسے وَكَمْ مِّنْ مَّلَكٍ اس کو ادغام مثلین[7] کہتے ہیں جیسا کہ بیان ادغام مثلین میں گذرا

---

[1] الف کو اس لئے شمار نہیں فرمایا کہ وہ نونِ ساکن اور تنوین کے بعد نہیں آسکتا کہ وہ خود ہمیشہ ساکن ہوتا ہے ۱۲

[2] حضرت مؤلف رح کی مراد یہ ہے کہ نون کے اخفاء میں سرا زبان اوپر تالو سے نہایت ضعف کے ساتھ لگا کر خیشوم سے غنہ ادا کیا جائے۔ استاذ استاذی امام الوقت حضرت قاری عبد الرحمٰن خاں مکی رح صاحب فوائد مکیہ) وغیرہ کی بھی یہی تحقیق ہے لیکن استاذی وسندی امام الفن حضرت مولانا قاری محب الدین احمد صاحب الہ آبادی رح اور حضرت کے والد بزرگوار حضرت مولانا قاری ضیاء الدین احمد صاحب رح وغیرہ کی رائے یہ ہے کہ نون کے اخفاء میں زبان تالو سے بالکل جدا رہے کہ نون مخفی کو اپنے مخرج اصلی سے ذرا بھی تعلق نہیں (دیکھیے تنویر المرآت صفحہ ۵) ۱۲

[3] کیونکہ اخفاء کے معنیٰ ہیں "چھپانا" اور وہ حقیقی اور کامل طور پر نون ہی کے اخفاء میں ہوتا ہے ۱۲

[4] یعنی ہونٹوں کو نہایت نرمی کے ساتھ ملا کر غنہ بقدر ایک الف ادا کیا جائے گا ۱۲

[5] کیونکہ میم شفتین یعنی دونوں ہونٹوں سے ادا ہوتا ہے اس لئے اس کے احکام میں شفوی کی قید لگا دیتے ہیں ۱۲

[6] بشرطیکہ میم۔ نون سے بدل کر نہ آئی ہو ورنہ میم منقلبہ میں اظہار جائز نہیں ۱۲

[7] اس کو یہاں اگر ادغام مثلین کے بجائے "ادغام شفوی" کہا جائے تو زیادہ مناسب اور بہتر ہو ۱۲

۳۔ **اظہار:** اگر میم ساکن کے بعد علاوہ بار اور میم کے دوسرا حرف ہو تو اظہار ہوگا۔ اس کو اظہار شفوی کہتے ہیں۔

تنبیہ: اگر میم ساکن کے بعد واوٗ یا فار آجاتی ہے تو بعض ناواقف اخفار شفوی کرتے ہیں اور بعض میم ساکن کو تھوڑی سی حرکت دے کر پڑھتے ہیں، یہ دونوں طریقے بالکل غلط ہیں اور غلط پڑھنے والوں کی ایجاد ہیں۔ قرآءت کی معتبر کتب میں اس کی کوئی اصل نہیں۔ لہٰذا اس سے بچنا ضروری ہے۔

ف: جب نون یا میم مشدد ہوں تو اس وقت ایک الف[1] کی مقدار دیر کر کے غنہ کرنا واجب[2] ہے، اس کو حرف غنہ کہتے ہیں[3] جیسے اِنَّ، ثُمَّ الف کی مقدار دریافت کرنے کا آسان طریقہ یہ ہے کہ کھلی ہوئی انگلی کو متوسط طریقہ پر نہ بہت جلدی نہ بہت دیر میں بند کرلے یا بند کو کھول لے جتنی دیر اس میں لگتی ہے یہ مقدار الف کی کہلاتی ہے۔ لیکن یہ طریقہ محض ایک اندازہ ہے اور اصل مدار استاد مشاق کے سننے پر ہے۔

پانچویں فصل لام تعریف کے بیان میں

اگر لام تعریف ان چودہ حروف میں سے کسی ایک پر داخل ہو تو اظہار ہوگا جیسے اَلْحَمْدُ وہ حروف یہ ہیں اِبْغِ حَجَّكَ وَخَفْ عَقِيمَهٗ اس لام کو لام قمریہ، اور ان حروف کو حروف قمریہ کہتے ہیں۔ اور اگر ان چودہ کے علاوہ بقیہ چودہ حروف[4] میں سے کسی پر داخل ہو تو ادغام ہوگا۔ یعنی لام وہی حرف بن جائے گا جیسے اَلتَّابُوْتُ میں لام تار ہوگیا۔ اس لام کو لام شمسیہ اور ان حروف کو حروفِ شمسیہ کہتے ہیں[5]۔

تنبیہ: لفظ فَالْتَقَمَهُ الْحُوْتُ جو سورۂ صافات میں ہے اس لام کا ادغام تار میں نہیں کیونکہ یہ لام تعریف کا نہیں بلکہ اصلی ہے، بعض لوگ اس میں بھی ادغام کر دیتے ہیں یہ بالکل غلط ہے۔

---

[1] الف کی مقدار ایک زبر کی دوگنی ہے ۱۲ [2] چاہے وصل ہو یا وقف ۱۲

[3] کیونکہ حروفِ غنہ یعنی نون مخفیٰ وغیرہ کی طرح ان میں بھی ایک الفی غنہ کرنا ضروری ہے ورنہ میم اور نون کی تشدید جب بلا ادغام ہو تو ان کا غنہ حرف نہیں ہوتا بلکہ میم ساکن و متحرک اور نون ساکن و متحرک کی صفتِ غنہ مل کر لِصِحَّةِ التَّشْدِيْدِ ایک الف کے بقدر ظاہر ہوتی ہے ۱۲

[4] حرف ساکن کے بعد الف کا نہ آنا تو ظاہر ہے باقی چودہ حرفوں پر — لام تعریف بکثرت داخل ہوتا ہے ۱۲

[5] گویا لام تعریفی بمنزلہ ستاروں کے ہے جو سورج کی روشنی میں چھپ جاتے ہیں اور چاند کی روشنی میں ظاہر ہوتے ہیں اور بعض حضرات نے قمری اور شمسی خود لام تعریف کو کہا ہے ۱۲

چھٹا باب مد کے بیان میں

پہلی فصل مد کی تعریف اور اس کے اقسام کے بیان میں

جاننا چاہیے کہ مد کے معنیٰ دراز کرنے اور کھینچنے کے ہیں[1]۔ حروف مدہ تین ہیں الف واؤ، یاء۔ الف ہمیشہ ساکن ہوتا ہے اور اس سے پہلے حرف پر ہمیشہ زبر ہوتا ہے اسی واسطے یہ ہمیشہ مدہ ہی ہوتا ہے جیسے قَالَ واؤ جبکہ ساکن ہو اور اس سے پہلے پیش ہو۔ جیسے قُوْلُوْٓا اور یاء جبکہ ساکن ہو اور اس سے پہلے زیر ہو جیسے قِيْلَ مد کی دو قسمیں ہیں ایک مد اصلی، دوسرا مد فرعی، مد اصلی وہ مد ہے کہ جس کے بعد نہ ہمزہ ہو نہ سکون ہو اور اس کا مد ہونا کسی سبب پر موقوف نہ ہو بلکہ اس کی ذات میں درازی پائی جاتی ہو۔ جیسے مثال مذکور میں مد اصلی کی مقدار ایک الف کے برابر ہے۔ اگر اس قدر کھینچ کر نہ پڑھیں تو یہ حروف مدہ پورے طور پر ادا نہ ہوں گے بلکہ صرف حرکت ہی حرکت رہ جائے گی جیسے وَلَمْ يُوْلَدْ میں وَلَمْ يُلَدْ دوسرا مد فرعی۔ اگر حرف مدہ کے بعد سکون یا ہمزہ آجائے تو اس کو مد فرعی[2] کہتے ہیں۔ پس اگر حرف مدہ اور ہمزہ ایک کلمہ میں جمع ہوں جیسے جَآءَ تو اس کو مد متصل اور مد واجب[3] کہتے ہیں اور اگر حرف مدہ ایک کلمہ کے آخر میں اور ہمزہ دوسرے کلمہ کے شروع میں ہو جیسے قَالُوْٓا اٰمَنَّا تو اس کو مد منفصل اور جائز[4] کہتے ہیں۔

ف: مد متصل اور منفصل میں توسط ہوتا ہے یعنی دو الف کے برابر کھینچا جاتا ہے اور تین الف کے برابر کھینچنا بھی جائز ہے۔

تنبیہ: یہ مقدار مد اصلی کے علاوہ ہے یعنی ایک الف مد اصلی کی مقدار اور دو یا تین الف مد فرعی کی مقدار ملا کر کل تین الف یا چار الف[5] تک کھینچنا چاہیے۔

---

[1] اور اصطلاحی معنیٰ ہیں حرفِ مد یا حرف لین کی مقدار اصلی کو روایت کے موافق زیادہ کرنا ۱۲

[2] کیونکہ اس میں آواز کی درازی حرفِ مد پر زائد ہوتی ہے ۱۲ [3] کیونکہ یہ مد بالاتفاق تمام قراء کرام کے نزدیک کرنا ضروری ہے ۱۲ [4] اس لئے کہ یہ مد بالاختلاف کیا جاتا ہے کہ بعض قراء کرتے ہیں اور بعض نہیں کرتے چنانچہ حفصؒ کی روایت میں بطریقِ شاطبیؒ مد ضروری ہے اور بطریق جزریؒ ترکِ مد بھی جائز ہے ۱۲

[5] ان دونوں مدوں کی مقدار توسط (مع مد اصلی) ساڑھے تین الف بھی جائز ہے جیسا کہ "حواشی مفیدہ،، میں ہے کہ جمہور مشائخ کے یہاں امام عاصم کے لیے مد متصل و منفصل کی مقدار مع مد اصلی کے چار الف ہے اور بغیر مد اصلی کے تین الف، اور صقلیؒ کے یہاں بغیر مد اصلی کے ۲ دو الف اور مع مد اصلی کے تین الف ہے اور جمہور عراقین کے یہاں ایک تیسرا قول ملتا ہے کہ بغیر مد اصلی کے ڈھائی الف اور مع مد اصلی کے ساڑھے تین الف ۱۲

ف : مد منفصل میں قصر بھی جائز ہے[1] یعنی فقط ایک الف مد اصلی کے برابر کھینچنا، لیکن بہتر یہ ہے کہ جب کئی مد منفصل جمع ہوں تو سب میں قصر کرے یا توسط، اگر بعض میں قصر اور بعض میں توسط کیا تو یہ بھی جائز ہے مگر خلاف اولیٰ ہے۔ اگر حرفِ مد کے بعد سکون لازمی کلمہ میں واقع ہو۔ یعنی وقف کرنے کی وجہ سے سکون نہ ہو جیسے آٰلْـٰٔنَ[2] تو اس کو مد لازم کلمی مخفف کہتے ہیں اور اگر حرف مد کے بعد سکون حرف میں واقع ہو تو اس کو ـــ مد لازم حرفی مخفف کہتے ہیں جیسے قٓافْ، نُوْنْ جس کی وضاحت یہ ہے کہ قٓ پڑھنے میں قاف کی طرح پڑھا جاتا ہے۔ الف سے پہلے زبر ہے اور اس کے بعد فا ساکن ہے۔ اور وہ حرف ہے خوب سمجھ لو۔ اگر حرفِ مد کے بعد تشدید کلمہ میں ہو جیسے وَلَا الضَّآلِّیْنَ تو مد لازم کلمی مثقل کہتے ہیں۔ اور اگر حرفِ مد کے بعد تشدید حرف میں ہو جیسے الٓمّٓ تو اس کو مد لازم حرفی مثقل کہتے ہیں۔ یہ چار قسمیں مد لازم کی ہوگئیں۔

ف : ان میں طول ہے یعنی تین الف کی مقدار مد کرنا چاہیے۔ اس سے کم جائز نہیں البتہ چار الف کی مقدار بھی جائز ہے یہ مقدار، مد اصلی کے علاوہ ہے لہٰذا کم سے کم چار الف اور زائد سے زائد پانچ الف مد کرنا چاہیے مگر سورۂ آل عمران کے الٓمّٓ کے میم کو اگر لفظ اللّٰہ سے ملا کر پڑھیں تو میم کو زبر دے کر لفظ اَللّٰہُ کے لام سے ملادیں گے اور ہمزہ گر جائے گا اس صورت میں مد کرنا اور نہ کرنا دونوں جائز ہیں[3]۔ اگر حرف مد کے بعد سکون عارضی ہو یعنی وقف کی وجہ سے ہو جیسے نَسْتَعِیْنُ ۝ اس کو مد عارض وقفی کہتے ہیں اور اگر حرف لین کے بعد سکون عارضی ہو جیسے وَالصَّیْفِ ۝ مِنْ خَوْفٍ ۝ مد عارض لین کہتے ہیں۔ ان دونوں میں طول، توسط، قصر تینوں جائز ہیں۔ فرق اتنا ہے کہ مد عارض وقفی میں طول اولیٰ ہے پھر توسط پھر قصر اور مد عارض لین میں قصر اولیٰ ہے پھر توسط پھر طول، اور اگر حرف لین کے بعد سکون لازمی ہو اس کو مد لین لازمی کہتے ہیں جیسے عَیْنٓ سورۂ مریم اور سورۂ شوریٰ کے شروع میں تو اس میں قصر نہایت ضعیف ہے توسط طول ہوگا اور طول اولیٰ ہے[4]۔

---

[1] یہ بطریق جزری ہے، بطریق شاطبیؒ صرف توسط ہے لہٰذا طریق شاطبیؒ میں پڑھنے والے قاری کو مد منفصل میں قصر نہ کرنا چاہیے ۱۲

[2] بروایتِ حفصؒ مد لازم کلمی مخفف صرف اسی لفظ میں پایا جاتا ہے جو سورۂ یونسؑ میں ۲ دو جگہ آیا ہے ۱۲

[3] مگر مد کرنا بہتر ہے اور مد سے مراد طول ہے کیونکہ جمہور قرار کے نزدیک اس میں توسط جائز نہیں ۱۲

[4] تنبیہ : اگر ایک قسم کے کئی مد جمع ہو جائیں تو وجوہ اور مقدار کے اعتبار سے سب میں برابری رہنا چاہیے اور مختلف قسم کے ہوں تو ضعیف کی مقدار قوی سے زیادہ نہ ہونی چاہیے ۱۲

دوسری فصل اجتماع ساکنین کے بیان میں

جاننا چاہیے کہ جب دو ساکن ایک کلمہ میں جمع ہوں اور پہلا ساکن حرف مدہ ہو تو اس حرف کو باقی رکھ کر خوب کھینچ کر پڑھتے ہیں[1] جیسے آٰلْـٰٔنَ، دَآبَّةٌ اور اس کو اجتماع ساکنین علیٰ حدہ[2] کہتے ہیں اور اگر دو ساکن دو کلموں میں جمع ہو، اس طرح کہ پہلا ساکن حرف مدہ کلمہ کے اخیر میں ہو اور دوسرا ساکن کلمہ کے شروع میں ہو تو اس حرف مدہ کو گرا کر بلا کھینچے پڑھیں گے جیسے وَقَالَا الْحَمْدُ لِلّٰهِ، قَالُوا الْـٰٔنَ، فِي الْاَرْضِ اور اس کو اجتماع ساکنین علیٰ غیر حدہ[3] کہتے ہیں اس میں حرف مد کو باقی رکھ کر پڑھنا جائز نہیں۔

تنبیہ: لفظ ذَاقَا الشَّجَرَةَ، وَاسْتَبَقَا الْبَابَ، دَعَوَا اللّٰهَ، وَقَالَا الْحَمْدُ لِلّٰهِ، ان چار لفظوں میں بعض لوگ یہ خیال کرتے ہوئے کہ یہ الف تثنیہ کا ہے اس کو باقی رکھ کر پورا ادا کر کے مثل مد لازم کے پڑھتے ہیں۔ اور بعض لوگ کسی قدر فتحہ کو کھڑا کر کے پڑھتے ہیں تا کہ اشارہ ہو جائے الف تثنیہ کی طرف ایسا کرنا قاعدہ کلیہ اور جمہور قراء کے خلاف ہے یہ صحیح نہیں لہٰذا اس سے بچنا ضروری ہے جزری اور شاطبیہ وغیرہ تجوید کی معتبر کتابوں میں ایسا ہی لکھا ہے۔

اگر دو حرف ساکن ہوں اور پہلا حرف مدہ نہ ہو تو اس پہلے ساکن کو کسرہ دے کر پڑھیں گے جیسے اَمِ ارْتَابُوْا۔ مَنِ ارْتَضٰی اصل میں اَمْ ارْتَابُوْا، مَنْ اِرْتَضٰی تھا اس قاعدہ میں تنوین بھی داخل ہے جیسے اَلِیْمَانِ الَّذِیْ کہ اصل میں اَلِیْمًا الَّذِیْ تھا لیکن اگر ان دونوں ساکنوں میں پہلا ساکن میم جمع ہو تو بجائے کسرہ کے میم کو ضمہ دے کر پڑھیں گے جیسے عَلَیْهِمُ الْقِتَالُ اگر پہلا ساکن مِنْ حرف جر ہے تو فتحہ دیتے ہیں جیسے مِنَ الَّذِیْنَ ایسا ہی الٓمّٓ، اللّٰهُ میں بحالت وصل بجائے کسرہ کے فتحہ دے کر پڑھیں گے۔

ساتواں باب وقف کے بیان میں

پہلی فصل وقف کی تعریف[4] اور اس کی صورتوں میں

جاننا چاہیے کہ اخیر کلمہ پر وقف کرنے کی تین صورتیں ہیں پہلی صورت وقف بالاسکان یعنی

---

[1] یعنی مد طول کرتے ہیں ۱۲ [2] کیونکہ دونوں ساکن حرف اپنی حد (حالت) پر رہتے ہیں ۱۲

[3] کیونکہ دونوں ساکن حرف اپنی حد پر نہیں رہتے ہیں ۱۲ [4] آخر کلمہ غیر موصول (یعنی جو کلمہ اپنے بعد والے کلمہ میں ملا ہوا نہ لکھا ہو) پر قاعدہ کے موافق کچھ دیر کے لیے سانس توڑ کر ٹھہرنا ۱۲

کلمہ کے آخر حرف غیر موصول (کو بالکل ساکن کر کے[1] اُس) پر سانس توڑ کر ٹھہرنا۔ دوسری صورت وقف بالاشمام یعنی کلمہ کے اخیر حرف کو ساکن کر کے ہونٹوں کو اس طرح گول کرنا کہ جس طرح واؤ کے ادا کرنے میں کیا جاتا ہے اس کو دیکھنے والا معلوم کر سکتا ہے۔ تیسری صورت وقف بالروم یعنی کلمہ کے اخیر حرف پر اس طرح سانس توڑنا کہ تھوڑی سی حرکت یعنی حرکت کا تہائی حصہ باقی رہے۔ اس کو قریب والا سن سکتا ہے۔

ف: وقف بالاسکان تینوں حرکتوں میں ہوتا ہے اور وقف بالروم ضمہ وکسرہ میں اور وقف بالاشمام صرف ضمہ میں ہوتا ہے ان دونوں کی مشق استاد کامل سے کرنا چاہیے تاکہ صحیح طور پر روم و اشمام کر سکے۔

ف: وقف بالروم فقط حالت قصر میں اور وقف بالاشمام قصر و توسط و طول تینوں حالتوں میں ہوتا[2] ہے۔

ف: وقف بالروم میں اگر آخری حرف پر تنوین ہو تو ایک ہی ضمہ اور کسرہ کی تہائی حرکت پڑھی جائے گی یعنی تنوین حذف ہو جائے گی جیسا کہ ہائے ضمیر کا وقف بالاسکان میں صلہ حذف ہو جاتا ہے۔

ف: کلمہ کے آخر حرف کی کئی حالتیں ہوتی ہیں اور ہر ایک کا حکم جدا ہے چنانچہ اگر کہیں حالتِ وقف میں دو[3] مد جمع ہو جائیں اور ایک عارضی ہو تو قصر جائز نہ ہوگا جیسے یَشَآءُ پر وقف کرنے میں دو مد ہیں۔ ایک متصل دوسرا مد عارضی۔ اس میں قصر جائز نہیں[4] اس لیے کہ اس میں سبب اصلی کا لغو ہونا اور سبب عارضی کا اعتبار ہونا لازم آئے گا۔

اب کلمہ کے مختلف حالات باعتبار حرکات بیان کیے جاتے ہیں۔ ان کو خوب یاد کر لیا جائے

۱۔ اگر کلمہ کا آخری حرف ساکن ہے تو سانس توڑ کر ٹھہرنا چاہیے جیسے مِنْكُمْ عَنْكُمْ[5] میم وقف

---

[1] کلمات بین القوسین کا اضافہ میں نے کیا ہے کیونکہ کلمہ غیر موصولہ کے آخری حرف کو ساکن محض کرنا ہی وقف بالاسکان اور وقف بالاشمام وغیرہ کے درمیان فارق ہے ۱۲ ابو سالم

[2] یہ حکم اس حالت کے لیے خاص ہے جب کہ حرف موقوف علیہ پر کسرہ یا ضمہ ہو اور اس سے پہلے حرفِ مد یا حرفِ لین ہو۔ اور وقف بالاشمام کی طرح وقف بالاسکان بھی تینوں وجہوں کے ساتھ ہوتا ہے جیسے يَوْمِ الدِّيْنِ ○ نَسْتَعِيْنُ ○ الْمُسْتَقِيْمَ ○ خَوْفٍ ○ خَيْرٌ ط فِيْهِمَا السَّيْرَ ط (تفصیل کے لیے کتاب "وقوف المبتدی" کے ساتویں سبق کا مطالعہ کریں) ۱۲

[3] یعنی حرفِ مد کے بعد مد کے دونوں سبب (ہمزہ[1] اور سکون[2]) جمع ہو جائیں ۱۲

[4] اور مد عارض کا توسط بہتر نہیں۔ اور اگر مد لازم (کلمی مثقل) مد عارض کے ساتھ جمع ہو جائے جیسے صَوَآفَّ ج وغیرہ تو توسط بھی جائز نہیں اور مد عارض کا طول بہتر نہیں لہذا بوقتِ ادائیگی مد لازم کے طول کی نیت کر لینی چاہیے ۱۲

[5] اس کو وقف بالسُّکُوْن کہتے ہیں ۱۲

کرنے سے پہلے بھی ساکن تھا۔

۲۔ اگر آخری حرف متحرک ہو تو اس کو ساکن کر کے سانس توڑنا چاہیے جیسے اَلْعٰلَمِیْنَ ۝ کیونکہ نون پر زبر ہے یہی حکم اس کا بھی ہے کہ جس پر دو زیر یا دو پیش ہوں جیسے رَحِیْمْ کہ رَحِیْمٌ تھا اور مُبِیْنْ کہ اصل میں مُبِیْنٍ تھا۔

۳۔ اگر آخری حرف پر دو زبر ہوں تو تنوین کو الف سے بدل کر سانس توڑ کر ٹھہرنا چاہیے جیسے غَفُوْرَا۔ رَحِیْمَا کہ اصل میں غَفُوْرًا۔ رَحِیْمًا تھا۔

۴۔ اگر آخری حرف پر ایسی تاء ہو جو بصورت ۃ لکھی جاتی ہے تو اس تاء کو ہاء ساکن سے بدل کر ٹھہرنا چاہیے جیسے فَجَرَہْ کہ اصل میں فَجَرَۃٌ تھا۔ اس تاء کو تاء مدورہ کہتے ہیں اور اس چوتھی صورت میں روم و اشمام نہ ہوگا۔ نیز یاد رہے کہ نمبر تین و چار کے وقفوں کو وقف بالابدال کہا جاتا ہے۔

تنبیہ: روم و اشمام عارضی حرکت میں نہیں ہوتا جیسے اَنْذِرِ النَّاسَ، عَلَیْهِمُ الْقِتَالُ بلکہ اصلی حرکت میں ہوتا ہے اور اصلی اور عارضی حرکت کو عربی والے جانتے ہیں لہذا جہاں شبہ ہو وہاں کسی عالم سے پوچھ لیا جائے کہ یہ حرکت کیسی ہے؟ اگر اخیر حرف پر تشدید ہو تو روم و اشمام میں بدستور باقی رہے گی[1]۔

تنبیہ: وقف کرنے میں اس کا خیال رکھنا بہت ضروری ہے کہ جہاں پکی گول آیت[2] (۝) لکھی ہو یا وقف کی نشانیوں میں سے کوئی معتبر نشانی لکھی ہو جیسے (م) وقف لازم کی نشانی (ط) وقف مطلق کی نشانی (ج) وقف جائز کی نشانی تو وہیں ٹھہر جانا چاہیے اور یہ بھی خیال رکھنا چاہیے کہ جہاں تک ہو سکے پکی آیت پر ٹھہرے اس کے بعد (م) پر اس کے بعد (ط) پر اس کے بعد (ج) پر گو یا پڑھنے کا ایسا انداز رکھے کہ سانس ہمیشہ آیت پر ٹوٹے کیونکہ بے موقع سانس توڑنے سے کلام کی خوبی جاتی رہتی ہے بلکہ بعض جگہ معنی بدل جانے کا اندیشہ ہوتا ہے[3]۔ اس لیے آیت یا آیت کی نشانی پر ہی وقف کرنے کی عادت ڈالنی چاہیے اور اسی کی پابندی کرنی چاہیے اس وقف کو وقف اختیاری کہتے ہیں اگر تنگی سانس یا کسی اور مجبوری کی وجہ سے درمیان آیت[4] پر سانس توڑنے کی ضرورت پیدا

---

[1] اور ہاء ضمیر سے پہلے اگر فتحہ، الف یا حرف صحیح ساکن (یعنی واؤ ساکنہ اور یاء ساکنہ کے علاوہ کوئی ساکن حرف) ہو تو روم و اشمام جائز ہیں ورنہ نہیں جیسے وَلَهٗ، فَرَاٰهُ، وَيَتَّقْهِ ۱۲

[2] یعنی وہ آیت جس پر علامت وصل یعنی لا وغیرہ نہ ہو ۱۲ [3] جیسے یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وقف/ وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ وقف ۱۲ [4] یعنی جہاں کوئی علامت وقف نہ ہو ۱۲

ہو گئی تو وقف کے قاعدے کے موافق سانس توڑ کر ٹھہرنا چاہیے اور جس کلمہ پر سانس توڑا ہے یا تو اسی کلمہ سے یا اس سے پہلے کلمہ سے[۱] ضرور لوٹانا چاہیے تاکہ کلام مسلسل ہو جائے اس وقف کو وقف اضطراری کہتے ہیں[۲]۔

اکثر لوگ وقف کرنے میں بہت غلطی کرتے ہیں کہ حرکت کو باقی رکھتے ہیں جیسے بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْكَ پر وقف کرنے میں کاف پر زبر پڑھ کر چھوڑ دیتے ہیں اور سانس توڑ دیتے ہیں یہ صحیح نہیں یہ جاہلوں کا طریقہ ہے اور قاعدہ کے بالکل خلاف ہے۔ اس کو نہ وقف کہتے ہیں نہ وصل، کیونکہ وقف میں آخری حرف کو ساکن کرنا بھی ضروری ہے اور وصل میں اگلے کلمہ سے ملا کر پڑھنا ضروری ہے اور صورت مذکورہ میں ان دونوں باتوں میں سے ایک بھی نہیں۔

دوسری فصل وقف کی اقسام میں

جاننا چاہیے کہ وقف کی چار قسمیں ہیں۔ ایک (تام) دوسرے (کافی) تیسرے (حسن) چوتھے (وقف قبیح) اگر ایسی جگہ وقف کیا جائے کہ بعد والے کلمہ سے لفظی و معنوی کوئی تعلق نہ ہو تو اس کو وقف تام کہتے ہیں جیسے وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ پر اور اگر مابعد سے تعلق معنوی ہے تو اس کو وقف کافی کہتے ہیں جیسے یُؤْمِنُوْنَ ۝ یُوْقِنُوْنَ ۝ ان دونوں کا حکم یہ ہے کہ وقف کر کے مابعد سے شروع قراءۃ کرے[۳]، ماقبل سے لوٹانے کی ضرورت نہیں ماقبل کہتے ہیں دو حرفوں میں سے جو حرف داہنی طرف ہو جیسے رب میں را، بار کے ماقبل ہے اور مابعد اس کو کہتے ہیں جو دو حرفوں میں سے دوسرا حرف بائیں طرف ہو جیسے رب میں بار، رام کے مابعد ہے۔ اور اگر مابعد سے تعلق لفظی ہے تو وقف حسن[۴] ہے اس کا حکم یہ ہے کہ اگر آیت پر وقف کیا ہے تو مابعد سے شروع کرے ورنہ ماقبل سے اعادہ کرے یا جس لفظ پر وقف کیا ہے اسی سے اعادہ کرے جیسے اگر کسی نے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ پر وقف کیا تو یہ وقف حسن ہے لیکن اَلْحَمْدُ سے اعادہ کرنا چاہیے کیونکہ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ صفت ہے اور اگر ایسے کلمہ پر وقف

---

[۱] یعنی جہاں سے لوٹانا بہتر ہو مثلاً یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ پر وقف کے بعد اُعْبُدُوْا سے لوٹانا۔ اس لوٹا کر پڑھنے کو اعادہ کہتے ہیں ۱۲ [۲] اور اگر تعلیم و تعلم یا امتحان و اختبار کی غرض سے وقف کیا جائے تو اس کو وقف اختباری کہتے ہیں ۱۲ [۳] اس کو ابتداء کہتے ہیں ۱۲

[۴] وقف حسن میں تعلق لفظی کے ساتھ معنوی تعلق بھی ہوتا ہے مگر ایسا مربوط اور گہرا نہیں کہ کلام بغیر مابعد کے اپنا مفہوم ہی ادا نہ کر سکے اسی لئے بہت سے حضرات مؤلفین رح نے وقف حسن کی تعریف میں صرف تعلق لفظی پر اکتفاء فرمایا ۱۲

کیا کہ مابعد سے لفظی و معنوی دونوں تعلق ہیں تو اس پر وقف کرنا قبیح ہے۔ اگر اضطرارًا کرے تو جائز ہے لیکن اعادہ ماقبل سے ضروری ہے اور بلا اضطرار ایسے کلمہ پر وقف کرنا جائز نہیں جیسے مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ میں صرف مٰلِكِ پر وقف کرے[1]۔

تنبیہ: وقف ہمیشہ کلمہ کے آخری حرف پر ہوتا ہے جیسا کہ گذرا۔ کلمہ کے درمیان میں وقف کرنا درست نہیں۔ اسی طرح وقف کرنے کے بعد ابتدار قرآءت بھی کلمہ کے شروع سے ہوتی ہے درمیان کلمہ سے نہیں۔ چنانچہ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ میں رَبِّ الْ پر یعنی لام پر اگر کوئی سانس توڑ دے تو یہ درست نہیں کیونکہ کلمہ کا درمیان ہے۔ اور اسی طرح رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ پر وقف کیا اور عٰلَمِيْنَ سے لوٹایا تو یہ بھی صحیح نہیں کیونکہ کلمہ کے بیچ سے لوٹانا صحیح نہیں۔ اس صورت میں الف لام تعریف کی کمی ہو گئی لہٰذا اَلْعٰلَمِيْنَ سے لوٹایا جائے گا[2]۔ خوب سمجھ لو کہ بیچ کلمہ پر نہ تو وقف صحیح ہے اور نہ ابتدار صحیح ہے[3] ایسا کرنا بڑی غلطی ہے۔

ف: ان سات کلموں پر وقف الف کے ساتھ کرنا چاہیے اور وصل میں الف نہیں پڑھا جائے گا۔ (۱) لفظ اَنَا تمام قرآن شریف میں جہاں بھی آئے بخلاف اَنَاسِىَّ كَثِيْرًا کے کیونکہ یہاں اَنَا کا الف نہیں بلکہ اَنَاسِىَّ پورا لفظ ہے اس لئے کھینچ کر پڑھنا چاہیے۔ علی ہذا القیاس سورۂ ملک میں قَالُوْا بَلٰى قَدْ جَآءَنَا میں جو الف ہے وہ جَآءَنَا[4] پورا لفظ ہے۔ کھینچ کر پڑھنا چاہیے۔ خواہ حالت وقفی ہو یا حالت وصل۔ (۲) لفظ لٰكِنَّا جو سورۂ کہف میں ایک جگہ آیا ہے (۳) الظُّنُوْنَا (۴) الرَّسُوْلَا (۵) السَّبِيْلَا یہ تینوں لفظ سورۂ احزاب میں آئے ہیں۔ (۶) سَلٰسِلَاۡ جو سورۂ دہر میں ہے۔ اس لفظ میں الف وقف کی حالت میں پڑھنا جائز ہے اور بلا الف بھی پڑھنا جائز ہے[5]۔ (۷) پہلا قَوَارِيْرَا جو سورۂ دہر میں ہے۔ دوسرے قَوَارِيْرَا پر وقف بلا الف

---

[1] وقفِ حسن اور وقفِ قبیح میں اصل فرق یہ ہے کہ موقوف علیہ تک کا کلام اپنا صحیح مفہوم ادا کر دے (اگرچہ بات پوری نہ ہوئی ہو) تو وقف حسن ہے اور اگر مفہوم واضح ادا نہ کر سکے یا مفہوم غلط پیدا ہو تو وقفِ قبیح ہے۔ غلط مفہوم کی مثال اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ وقف ۱۲ [2] یہ مثال صرف طلبار عزیز کو وقف اور ابتدار کا محل سمجھانے کے لیے ہے ورنہ معنیٰ کے لحاظ سے نہ تو اَلْعٰلَمِيْنَ پر وقف ہے اور نہ ہی اَلْعٰلَمِيْنَ سے اعادہ جائز ہے۔ اور اگر آیت کی وجہ سے اَلْعٰلَمِيْنَ ۙ پر وقف کیا جائے تو پھر اعادہ کی ضرورت ہی نہیں ۱۲

[3] اسی طرح اگر دو کلمے ملے ہوئے لکھے ہوں جیسے بِئْسَمَا وغیرہ تو بوقت ضرورت وقف دوسرے کلمہ کے آخری حرف پر اور ابتدار و اعادہ کلمۂ اول کے پہلے حرف سے کیا جائے گا ۱۲ [4] (سورۂ فرقان)۔ اسی طرح الْاَنَامِلَ (آل عمران) اَنَابَ (رعد۔ لقمان۔ صٓ) اَنَابُوْا (زمر) لِلْاَنَامِ (رحمٰن) ۱۲ [5] سورۂ مومن۔ زخرف۔ ملک وغیرہ)۔ اسی طرح اٰبَآءَنَا۔ اَبْنَآءَنَا۔ نِسَآءَنَا وغیرہ ۱۲ [6] یعنی سَلٰسِلَ پڑھنا ۱۲

ہی ہوگا۔

ف: تمام قرآن شریف میں چار جگہ سکتہ ہے چونکہ سکتہ بھی وقف کے قریب قریب ہوتا ہے اس لیے یہیں بیان کیا جاتا ہے۔ دونوں میں یہ فرق ہے کہ وقف میں کلمہ کے آخر حرف پر سانس توڑ کر کچھ دیر تک ٹھہر کر آگے سے پڑھتے ہیں۔ اور سکتہ میں کلمہ کے آخر حرف پر بغیر سانس توڑے تھوڑی دیر ٹھہر کر اگلے جملہ سے ملا کر پڑھتے ہیں۔ وہ چار جگہ یہ ہیں۔ (۱) سورۂ کہف میں لفظ عِوَجًا ۝ قَيِّمًا میں عِوَجًا کے الف پر کیونکہ سکتہ وقف ہی کے حکم میں ہے اس لیے عِوَجًا کی تنوین کو الف سے بدل کر سکتہ کیا جائے گا بعض لوگ تنوین کو باقی رکھ کر سکتہ کرتے ہیں یہ غلطی ہے۔ (۲) سورۂ یٰسٓ میں مِنْ مَّرْقَدِنَا کے الف پر۔ (۳) سورۂ قیامہ میں لفظ وَقِيلَ مَنْ رَاقٍ کے نون پر۔ (۴) سورۂ مطففین میں لفظ بَلْ رَانَ کے لام پر۔ ان چار جگہوں میں اگر سکتہ نہ کرے تو بھی جائز ہے[۱] لہذا مَنْ رَاقٍ میں نون کا ادغام را میں اور بَلْ رَانَ میں لام کا ادغام را میں اور عِوَجًا قَيِّمًا میں اخفا ہوگا۔

تنبیہ: عوام میں جو مشہور ہے کہ سورۂ فاتحہ میں سات جگہ سکتہ کرنا نہایت ضروری ہے اگر سکتہ نہ کیا جائے تو شیطان کا نام ہو جائے گا یہ سخت غلط اور بے اصل بات ہے وہ سات جگہ یہ ہیں (دُلِلَ، هِرَبُ، رِكِيوُ، كَنَعُ، كَنَسُ، تَعَلُ، بِعَلُ)[۲] اگر ایسا ہی کسی کلمہ کا اول کسی کلمہ کا آخر ملا کر کلمات بنائے جائیں تو اور بھی بہت سے سکتے نکلیں گے۔

تتمہ ہائے ضمیر کے بیان میں

جاننا چاہیے کہ کلمہ کے آخر میں مثل کاف کے جو ہا لاحق ہوتی ہے اس کو ہائے ضمیر کہتے ہیں۔ اس ضمیر سے پہلے اگر کوئی حرف مفتوح یا مضموم یا ساکن علاوہ یا کے ہو تو یہ ہا مضموم ہوتی ہے، سوائے لفظ يَتَّقْهِ کے جو سورۂ نور میں ہے یہ ہا مکسور ہے۔ اب اگر ہا ضمیر سے پہلے کوئی حرف ساکن ہو یا بعد میں بھی کوئی حرف ساکن یا مشدّد ہو تو اس پیش کو بلا کھینچے پڑھیں گے جیسے عَنْهُ، لَهُ الْمُلْكُ، لَهُ الدِّيْنُ اور اگر اس ہا سے پہلے اور بعد میں حرکت ہو تو اس ضمہ کے ساتھ واؤ ساکن ملا کر پڑھیں گے جیسے مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ اس کو اصطلاح میں صلہ کہتے ہیں مگر لفظ يَرْضَهُ لَكُمْ جو سورۂ زمر میں ہے اس میں ضمہ کو بلا کھینچے پڑھا جائے گا۔ اگر ہائے ضمیر سے پہلے کوئی حرف مکسور یا یا ساکنہ ہو تو یہ ہا مکسور ہوگی۔ مگر اس سے چند الفاظ مستثنیٰ ہیں پہلا لفظ

---

[۱] یہ بطریق جزری ہے، بطریق شاطبی ان چاروں جگہ سکتہ کرنا (بحالت وصل) واجب ہے ۱۲

[۲] یعنی اَلْحَمْدُ کی دال / لِلّٰهِ کی ہا / مٰلِكِ۔ اِيَّاكَ کے تینوں کاف / اَنْعَمْتَ کی تا / اَلْمَغْضُوْبِ کی با ۱۲

اَنْسَانِیْهُ جو سورۂ کہف میں ہے دوسرا لفظ عَلَیْهُ اللّٰهَ جو سورۂ اِنَّا فَتَحْنَا میں ہے ان دونوں جگہ ہار مضموم ہے۔ تیسرا لفظ اَرْجِهْ جو سورۂ اعراف و شعراء میں ہے، چوتھا لفظ فَاَلْقِهْ سورۂ نمل میں۔ ان دونوں جگہ ہار ساکن ہے اب اگر اس ہار ضمیر سے پہلے یار ساکن یا بعد میں کوئی حرف ساکن ہو تو اس کسرہ کو بلا کھینچے پڑھیں گے جیسے عَلَیْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰی سوائے لفظ فِیْهٖ مُهَانًا کے جو سورۂ فرقان میں ہے کہ اس کو کھینچ کر پڑھیں گے اگر ہار ضمیر سے پہلے اور بعد میں حرکت ہو تو اس زیر کے ساتھ یار ساکن کو ملا کر پڑھیں گے۔ جیسے اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا اس کو صلہ کہتے ہیں۔

تنبیہ: نَفَقَةً کَثِیْرًا سورۂ ہود میں اور فَوَاکِهُ کَثِیْرَةٌ سورۂ مومنون اور سورۂ صافات میں لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ سورۂ مریم اور سورۂ شعراء میں لَئِنْ لَّمْ یَنْتَهِ سورۂ علق میں صلہ نہ ہوگا کیونکہ یہ ہار ضمیر کی نہیں بلکہ نفس کلمہ کی[1] ہے۔

تتمہ: ہار ضمیر کی طرح کلمہ کے آخر میں ہار سکتہ بھی ہوتی ہے۔ یہ کلمہ کی آخری حرکت ظاہر کرنے کے لیے لائی جاتی ہے اور یہ ہر حال میں ساکن ہوتی ہے، خواہ وصل کر کے پڑھے یا وقف کر کے یہ ہار قرآن شریف میں کل نو جگہ آئی ہے۔ اوّل سورۂ بقرہ میں لفظ لَمْ یَتَسَنَّهْ دوسری سورۂ انعام میں فَبِهُدٰهُمُ اقْتَدِهْ سورۂ حاقہ میں کِتَابِیَهْ ہر دو جگہ اور لفظ حِسَابِیَهْ ہر دو جگہ اور لفظ مَالِیَهْ سُلْطَانِیَهْ اور نویں سورۂ القارعہ میں لفظ مَاهِیَهْ ان میں اس کا اہتمام کرنا چاہیے کہ حرکت پوری ظاہر ہو، اور ہار کو بھی مع صفات کے ادا کرے بعض لوگ ایسی ہار کو یار یا الف کر دیتے ہیں[2] یہ غلطی ہے۔

خاتمہ فوائد متفرقہ میں

ف: جاننا چاہیے کہ لفظ لَا تَاْمَنَّا جو سورۂ یوسف میں ہے اس کی اصل لَا تَاْمَنُنَا دو نونوں کے ساتھ ہے جن میں پہلا مضموم اور دوسرا مفتوح ہے، لفظ مذکور کے پڑھنے کے دو طریقے ہیں پہلا طریقہ یہ ہے کہ نون کا ادغام نون میں کیا جائے جس طرح قرآن شریف میں لکھا ہے، تو اس صورت میں اشمام واجب ہے، جیسا کہ وقف بالاشمام میں بیان ہوا[3]، دوسرا طریقہ یہ ہے کہ بلا

---

[1] اسی طرح اسم شریف اَللّٰهُ، اِلٰهَ۔ وَجْهُ۔ الْوُجُوْهُ۔ مُتَشَابِهٌ اور وَاَنَّهٗ وغیرہ کی ہار بھی ہائے ضمیر نہیں ۱۲

[2] یعنی جب ہار سے قبل زیر ہو تو یار اور زبر ہو تو الف۔ یہ غلطی لحن جلی ہے ۱۲

[3] یعنی اشمام کرنے کا طریقہ ورنہ باعتبار محل اور حکم کے دونوں میں فرق ہے کہ یہ اشمام (بحالت ادغام) واجب ہے اور کلمہ کے درمیان میں ہے اور اشمام بالوقف جائز ہے اور آخر کلمہ میں ہوتا ہے ۱۲

ادغام کئے پڑھا جائے، یعنی لَاتَاْمَنُنَّا، تو روم واجب ہے، یعنی پہلے نون کی حرکت کا تہائی حصہ پڑھا جائے، اشمام دیکھنے سے اور روم پاس والے کو سننے سے معلوم ہوتا ہے، عام طور سے لوگ ادغام بلا اشمام کرتے ہیں، یہ غلط ہے، اس سے بچنا چاہیے اور واقف کار سے اس کی تصحیح ضروری ہے۔

ف: جس جگہ ساکن کے بعد ہمزہ آئے تو ساکن کے سکون کو اور ہمزہ کو خوب صاف صاف پڑھنا چاہیے۔ بہت سے حفاظ جلدی میں ہمزہ کی حرکت اس سے پہلے والے حرف پر پڑھ دیتے ہیں اور ہمزہ کو گرا دیتے ہیں یہ صحیح نہیں، چنانچہ قَدَ فْلَحَ بجائے قَدْ اَفْلَحَ پڑھ دیتے ہیں اور بعض ہمزہ سے پہلے والے حرف کو مشدد پڑھ دیتے ہیں جیسے قَدْ اَفْلَحَ کو قَدَّ فْلَحَ یہ بھی غلط ہے، اس سے بھی بچنا ضروری ہے، علی ہذا سکون لام کو خوب صاف پڑھنا چاہیے خاص کر لفظ ظَلَلْنَا، جَعَلْنَا، اَرْسَلْنَا، اَنْزَلْنَا، بعض لوگ اس لام کو فتحہ دے کر یا قلقلہ کر کے پڑھتے ہیں، بالکل غلط ہے، اس سے بچنا چاہیے۔

ف: لفظ لَيَكُوْنًا سورۂ یوسف میں اور لَنَسْفَعًا سورۂ علق میں، زبر کی تنوین کے ساتھ لکھا ہوا ہے اس پر وقف الف کے ساتھ ہوگا، چونکہ وقف تابع رسم الخط کے ہے اگرچہ حقیقت میں یہ نون خفیفہ ہے[1] نیز لفظ وَكَاَيِّنْ[2] قرآن شریف میں متعدد جگہ نون کے ساتھ لکھا ہوا ہے اس پر بھی وقف نون کے ساتھ ہوگا۔ اسی وجہ سے کہ وقف تابع رسم خط کے ہے اگرچہ حقیقت میں یہاں تنوین زیر کی[3] ہے۔

تنبیہ: جلدی اور تیز پڑھنا کوئی کمال کی بات نہیں اور نہ ضروری، اور یہ معلوم بھی ہو چکا ہے کہ قواعد تجوید کی رعایت اور پابندی ضروری ہے اگر کوئی قواعد کی پابندی پورے طور پر کرتا ہے، اور تیز بھی پڑھتا ہے تو کمال کی بات ہے، اور جس شخص سے تیز پڑھنے میں ضروری قواعد کی پابندی اور رعایت نہ ہو سکے تو اس کے لیے اتنا تیز پڑھنا جائز نہیں اس کے ذمہ ضروری ہے کہ صاف اور ٹھہر ٹھہر کر پڑھے، آج کل یہ وبا ایسی پھیلی ہے کہ بعض پڑھے لکھے لوگ باوجود قواعد جاننے کے پھر بھی تیز پڑھنے کے پیچھے ایسا پڑتے ہیں کہ لحن خفی تو درکنار لحن جلی میں مبتلا ہو جاتے ہیں، ایسی صورت میں ظاہر ہے کہ قرآن شریف کا حق ادا نہیں ہو سکتا، حاصل یہ ہے کہ قواعد کی پابندی اور رعایت کے ساتھ تیز پڑھ سکے تو اس میں کوئی خرابی نہیں بلکہ اچھا ہے، ورنہ زیادہ اور تیز پڑھنے میں کوئی نفع نہیں۔

ف: قرآن شریف پڑھنے کے تین طریقے ہیں:

---

[1] یعنی لَيَكُوْنَنْ اور لَنَسْفَعَنْ ۱۲ [2] اور فَكَاَيِّنْ ۱۲ [3] یعنی وَكَاَيٍّ اور فَكَاَيٍّ ۱۲

۱۔ ترتیل: یعنی قرآن شریف کو بہت ٹھہر ٹھہر کر اطمینان کے ساتھ مخارج وصفات کا لحاظ رکھ کر پڑھنا۔

۲۔ تدویر: یعنی قرآن شریف کو درمیان درمیان پڑھنا نہ زیادہ جلدی ہو اور نہ زیادہ ترتیل۔

۳۔ حدر: یعنی قرآن شریف کو تیز پڑھنا قواعد تجوید کا لحاظ رکھتے ہوئے۔

ف: سورۂ حجرات میں لفظ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ میں اَلْاِسْمُ کے دونوں ہمزہ گر جاتے ہیں، یعنی لام تعریف سے پہلے والا اور سین سے پہلے والا، لہذا پڑھنے کا طریقہ یہ ہے کہ بہ سبب اجتماع ساکنین لام تعریف کو زیر دے کر بِئْسَ لِاسْمُ الْفُسُوْقُ پڑھا جائے[1] گا، اسی پر تمام قراء کا اتفاق ہے اور علماء صرف نے بھی اسی طرح، جیسا کہ نوادر الاصول شرح فصول اکبری میں حضرت مولانا مفتی سعد اللہ صاحب رامپوری نے خوب تحقیق سے بیان فرمایا ہے، بعض پڑھے لکھے عربی جاننے والے لوگ اس لفظ کے پڑھنے میں سخت غلطی کرتے ہیں کہ اَلْاِسْمُ کا دوسرا ہمزہ جو سین سے پہلے ہے، اُس کو کسرہ پڑھتے ہیں یہ بالکل غلط ہے اس سے بچنا ضروری ہے۔

ف: چار جگہ قرآن شریف میں صاد کے اوپر چھوٹا سا سین لکھا ہوا ہے وہ الفاظ یہ ہیں یَبْصُطُ سورۂ بقرہ میں، بَصْطَةً سورۂ اعراف میں، اَلْمُصَیْطِرُوْنَ سورۂ طور میں بِمُصَیْطِرٍ سورۂ غاشیہ میں، پہلے اور دوسرے میں صرف سین اور چوتھے میں صرف صاد پڑھنا چاہیے، اور تیسرے میں سین وصاد دونوں پڑھنا جائز ہیں۔

ف: الفاظ مندرجہ میں الف کسی صورت میں پڑھنا جائز نہیں، خواہ حالت وصلی ہو یا حالت وقفی۔ اَوْ یَعْفُوَا[2]، اَنْ تَبُوْٓأَ[3]، لِتَتْلُوَا[4]، لَنْ نَّدْعُوَا[5]، لِیَرْبُوَا[6]، لِیَبْلُوَا[7]، نَبْلُوَا[8]، اَنْ اَتْلُوَا[9]

---

[1] اس کو صورتِ نقل کہتے ہیں۔ کیونکہ یہ حقیقی نقل کے مثل ہے یعنی جس طرح نقل حقیقی میں حرفِ ساکن صحیح کے بعد ہمزۂ قطعیہ متحرکہ آجانے سے اس ہمزہ کو حذف کر دیتے ہیں۔ جیسے بروایتِ ورش رحمۃ اللہ تعالیٰ بِالْاِثْمِ کو بِلِثْمِ اور خَلَوْا اِلٰی کو خَلَوَلٰی پڑھتے ہیں اسی طرح یہاں بھی ہمزۂ وصلیہ مکسورہ سے پہلے لام ساکن کو اجتماعِ سَاکِنَیْنِ عَلٰی غَیْرِ حَدِّہٖ کے قاعدہ سے کسرہ دیتے ہیں۔ اور ہمزہ کو حذف کر دیتے ہیں لہذا صورۃً نقل ہو گئی کیونکہ اگر اس میں نقل حقیقی ہوتی تو اُس کی شکل یہ ہی ہوتی بس اَلْاِسْمُ کے دونوں ہمزہ وصلی کو گرا کر اور لام کو کسرہ دے کر بِئْسَ لِسْمُ الْفُسُوْقُ پڑھا جائے گا اور الاسم سے ابتداء یعنی اعادہ کی حالت میں اَلِسْمُ الْفُسُوْقُ اور لِسْمُ الْفُسُوْقُ دونوں طرح پڑھنا جائز ہے لیکن ابتداء بالْہَمْزَۃ کی صورت میں رَسْم کی اور اس قاعدہ کی بھی موافقت رہتی ہے کہ ہمزۂ وصلی ابتدائے کلام میں ثابت رہتا ہے ۱۲ [2] سورۂ بقرہ میں [3] سورہ مائدہ میں [4] سورۂ رعد میں [5] سورۂ کہف میں [6] سورۂ روم میں ۱۲ [7] سورۂ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں [8] ایضاً [9] سورہ

ثَمُوْدَاۡ[۸]، قَوَارِیْرَا دوسرا جو سورۂ دہر میں ہے۔

ف: لام الف کے ساتھ پانچ جگہ لکھا ہے مگر الف کے ساتھ پڑھنا جائز نہیں بہت بڑی غلطی ہے، بہت سے لوگ الف کے ساتھ پڑھتے ہیں، جس کی وجہ سے بعض صورتوں میں نماز فاسد ہو جانے کا اندیشہ ہے، لہٰذا ان مواقع کو حفظ یاد کر لینا چاہیے اور بلا الف پڑھنا ضروری ہے، وہ مواقع یہ ہیں۔ لَاِلَی اللّٰہِ تُحْشَرُوْنَ، وَلَااَوْضَعُوْا، اَوْلَااَذْبَحَنَّہٗ، لَااِلَی الْجَحِیْمِ، لَااَنْتُمْ[۱] اَشَدُّ رَھْبَۃً[۲] اسی طرح اَفَاۡئِنْ[۳]، مَلَاۡئِہٖ[۴]، نَبَاۡئِ[۵]، لِشَاۡیْئٍ[۶]، مِاۡئَۃٍ[۷] مِاۡئَتَیْنِ[۸] بلا الف پڑھنا ضروری ہے۔

ف: سورۂ روم کے آخر کے رکوع میں، شروع ہی رکوع میں لفظ ضُعُفٍ میں تینوں جگہ ضاد کا زبر پڑھنا بھی جائز ہے[۹] لہٰذا اگر کوئی زبر پڑھے تو اس پر اعتراض نہ کرنا چاہیے جس طرح پیش رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت امام حفص رحمہ اللہ نقل کرتے ہیں اسی طرح زبر بھی ثابت ہے۔

اسی طرح اگر کوئی قاری سبعہ قرآت یا عشرہ میں پڑھے تو سکون سے سنے، اور یہ عقیدہ رکھے کہ جس طرح روایت امام حفص رح ثابت ہے اسی طرح اس کا بھی حکم[۱۰] ہے، چنانچہ نماز اور تراویح میں اس کو پڑھنا جائز ہے[۱۱]۔ البتہ تبلا کر پڑھے تاکہ ناواقف لوگ غلط نہ سمجھیں، روایت امام حفص رح کی مشق کے بعد قرآت سبعہ اور عشرہ ضرور پڑھنا چاہیے آج کل اس کے جاننے والے بہت کم ہیں، اور اس کا سیکھنا فرض کفایہ ہے، جس طرح علم تجوید سے لوگ غافل ہیں اس سے زائد سبعہ عشرہ سے ناواقف ہیں، حتی کہ اگر کوئی سبعہ

---

۱ چار جگہ سورۂ ہود۔ فرقان۔ عنکبوت۔ نجم ۱۲ ۲ یہ کلمہ بعض مصاحف میں بغیر الف کے لکھا ہوا ہے جو صحیح ہے اس لیے کہ اس میں الف کی زیادتی کسی معتبر طریق سے ثابت نہیں صرف کتاب مورد الظمآن میں بالالف مرسوم ہے (کذا فی تعلیقات مالکیہ) ۱۲ ۳ سورۂ آل عمران اور انبیاء میں ۴ سورۂ اعراف۔ یونس۔ ہود۔ مومنون۔ قصص۔ زخرف میں ۱۲ ۵ سورۂ انعام میں ۶ سورۂ کہف میں ۷ ہر جگہ ۸ ایضاً۔ نیز ان الفاظ کا الف بھی کسی حال میں نہ پڑھا جائے گا (۱) مَلَاۡئِھِمْ سورۂ یونس ع میں (۲-۳) تَاۡیْئَسُوْا۔ یَاۡیْئَسُوْا دونوں سورۂ یوسف ع میں (۴) یَاۡیْئَسِ الَّذِیْنَ سورۂ رعد میں ۱۲

۹ یعنی زبر اور پیش دونوں ثابت ہیں لیکن کسی لفظ پر فتحہ اور کسی پر ضمہ پڑھنا جائز نہیں ۱۲

۱۰ یعنی جس طرح وہ قرآن ہے اسی طرح یہ بھی قرآن ہے جس کی قرآنیت کا اعتقاد رکھنا فرض ہے ۱۲

۱۱ البتہ قرآتِ سبعہ یعنی سات قرائتیں بالاتفاق جائز ہیں اور سبعہ کے بعد کی تین قرائتیں بالاختلاف کیونکہ ان کے تواتر میں کچھ اختلاف ہے لیکن جمہور علماء کرام کے نزدیک وہ بھی متواتر ہیں ۱۲

عشرہ میں پڑھتا ہے تو علماء کو بھی عام طور سے شبہ ہوتا ہے کہ غلط پڑھا ہے[۱]۔ یہ سب علم سے بے توجہی کا نتیجہ ہے۔ علم سبعہ وعشرہ میں شاطبی، تیسیر ونشر واتحاف غیث النفع معتبر کتابیں ہیں، ان کتابوں کو پڑھو، اور اجراء کرو اس علم کی خدمت کی بہت ضرورت ہے اور سب سے بڑی فضیلت والا علم یہی[۲] ہے۔

تَمَّتْ بِعَوْنِ اللهِ الْكَرِيْمِ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِيْنَ۔ اَللّٰهُمَّ اٰمِيْنَ

---

۱ سیدنا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ اُنْزِلَ عَلٰى سَبْعَةِ اَحْرُفٍ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ (بخاری ومسلم)۔ کہ بے شک یہ قرآن سات حروف پر اتارا گیا ہے پس ان میں سے جو تمہارے لیے آسان ہو اس طریقہ سے پڑھ لو۔ حضرت امام ابو عبید قاسم بن سلام رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ "یہ حدیث متواتر ہے"، اور محقق الفن حضرت علامہ جزری رحمہ اللہ نے اس حدیث شریف کے طرق کو ایک رسالہ میں جمع کیا ہے چنانچہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کو متن کے اختلاف کے ساتھ حضرت عمر رضی اللہ عنہ۔ ہشام ابن حکیم ابن حزام رضی اللہ عنہ۔ عبد الرحمٰن ابن عوف رضی اللہ عنہ۔ ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ۔ عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ۔ معاذ ابن جبل رضی اللہ عنہ۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ۔ عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ۔ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ۔ حذیفہ ابن الیمان رضی اللہ عنہ۔ ابو بکرہ رضی اللہ عنہ۔ عمرو ابن العاص رضی اللہ عنہ۔ زید ابن ارقم رضی اللہ عنہ۔ انس ابن مالک رضی اللہ عنہ۔ سمرہ ابن جندب رضی اللہ عنہ۔ عمر ابن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ۔ ابو جہم رضی اللہ عنہ۔ ابو طلحہ رضی اللہ عنہ۔ ام ایوب انصاری رضی اللہ عنہا۔ ان بیس[۲۰] صحابہ کرام اور ایک صحابیہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے روایت کیا ہے (عنایات رحمانی جلد اول ص۲۶) اور سبعۃ احرفٍ میں قرارت سبعہ وعشرہ بھی داخل ہیں جو حضرات ائمہ کرام سے تواتر منقول ہیں اور ان کے اسماء گرامی یہ ہیں۔ حضرت امام نافع مدنی رحمہ اللہ۔ امام ابن کثیر مکی رحمہ اللہ۔ امام ابو عمرو بصری رحمہ اللہ۔ امام ابن عامر شامی رحمہ اللہ۔ امام عاصم کوفی رحمہ اللہ۔ امام حمزہ کوفی رحمہ اللہ۔ امام کسائی کوفی رحمہ اللہ۔ امام ابو جعفر مدنی رحمہ اللہ۔ امام یعقوب حضرمی رحمہ اللہ۔ امام خلف کوفی رحمہ اللہ ۱۲

۲ کیونکہ اس علم شریف کا تعلق براہ راست قرآن کریم سے ہے جو کہ افضل الکلام ہے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے وَفَضْلُ كَلَامِ اللهِ عَلٰى سَائِرِ الْكَلَامِ كَفَضْلِ اللهِ عَلٰى خَلْقِهٖ (فضائل قرآن) یعنی اللہ تعالیٰ کے کلام کو سب کلاموں پر ایسی فضیلت ہے جیسی خود اللہ تعالیٰ کو تمام مخلوق پر۔ اور تعلق بھی نظم قرآنی یعنی کلام اللہ شریف کے الفاظ سے ہے کیونکہ "علم قرارت" میں الفاظ قرآنیہ کی ادا و تلفظ ہی سے بحث ہوتی ہے جو کہ اصل وعین قرآن اور تمام علوم قرآنی کے لیے بنیاد واساس ہیں کہ خدا نخواستہ اگر کلمات قرآنی نہ رہیں تو علوم قرآنیہ کے تمام کے تمام محلات و قلعے منہدم ہو جائیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ ط ۱۲

مختصر سوانح شیخ القراءت حضرت قاری محمد عبدالخالق صاحب علی گڑھی مؤلف رسالہ ہذا

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ رحمۃ واسعۃ

حضرت علیہ الرحمۃ ۱۲۹۸ھ میں بمقام علی گڑھ اس عالم شہود میں جلوہ افروز ہوئے۔ والد ماجد کا نام شیخ جیون علی صاحب (متوفی ۱۳۰۸ھ) ہے۔ چار سالہ عمر شریف میں تقریب بسم اللہ ہوئی قاعدے وچند پارے محلہ کی ایک معلمہ صاحبہ سے اور ناظرہ وحفظ حضرت مولانا صدیق حسین صاحبؒ (مدرس مسجد محلہ کٹھڑہ) سے پڑھا۔ پہلی ہی محراب (مسجد نورخاں میں) بڑی عمدگی سے سنائی۔ آپؒ ابتداء ہی سے ذہین وذکی اور ہم جماعتوں میں ممتاز تھے۔ ۱۸ ر رمضان المبارک ۱۳۱۳ھ کو اپنی والدہ ماجدہ وبرادر خورد شیخ القراء حضرت الحاج مولانا حافظ قاری محمد عبدالمالک صاحب قدس سرہ کے ہمراہ مکہ مکرمہ تشریف لائے اور بعد فراغ حج مدرسہ صولتیہ میں شیخ الشیوخ حضرت قاری محمد عبداللہ صاحب الہ آبادی ثم المکیؒ سے تجوید وقرأت وعلوم کی تحصیل فرمائی اور تقریباً سات سال میں پورا قرآن کریم حرفاً حرفاً مشق میں اور تمام داخل نصاب کتب پڑھیں۔ ۱۳۱۷ھ میں چھ ماہ کے لیے مدینہ طیبہ تشریف لے گئے۔ اساتذہ کرام کی آپؒ پر خصوصی توجہات رہیں۔ کیونکہ آپؒ بڑے شوقین ومحنتی اور خدمت گذار تھے۔ نواں حج کرکے ۱۳۲۳ھ ہند مراجعت فرمائی۔ بوقت روانگی حضرت قاری صاحب موصوفؒ نے آپؒ کو بہت سی نصائح وادعیہ سے نوازا۔ ابتداءً آپ نے علی گڑھ میں تعلیم دی۔ بعد فراغ شادی یکم ذی قعدہ ۱۳۲۳ھ کو اراکین کی فرمائش پر مدرسہ تجوید القرآن سہارنپور (موسسہ ۱۳۲۱ھ) میں مسند درس پر متمکن ہوکر ساری زندگی بڑے خلوص وایثار کے ساتھ خدمتِ کتاب اللہ شریف میں مصروف رہے جبکہ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ودارالعلوم دیوبند (الہند) تک میں آپ کو بلانے کی کوشش کی گئی۔ آپؒ کی قرأت نہایت دل کش ہوتی تھی۔ حجازی لہجہ میں پڑھتے تھے۔ ترتیل میں اکثر حسینی لہجہ اختیار فرماتے تھے۔ آپؒ بڑے جیّد حافظ وزبردست ماہر فن ہونے کے علاوہ خوش الحان اور عربی لہجوں کے بھی بہت ماہر تھے۔ آواز نہایت صاف وبلند اور باریک تھی۔ سانس بہت لانبی تھی۔ زمانہ تحریک میں کلکٹر صاحب وغیرہ کے مشورہ سے جامع مسجد شہر سہارنپور کے امام وخطیب مقرر ہوئے اور پوری حیات فائز رہے۔ ایک سال آپؒ نے ماہِ مبارکہ میں کوہِ منصوری پر افغانستانی وفد کو قرآن حکیم سنایا۔ آپ کی قرأت سن کر وہ حضرات بے حد خوش ہوئے اور آپ کو ہدیۃً دستار وجبہ اور بیس اشرفیاں پیش کیں۔ نیز پانچصد روپئے حکومتِ ہند نے پیش کئے۔ آپؒ نہایت منکسر المزاج۔ شفیق۔ غنی دل۔ قانع بڑے صاحبِ تقویٰ اور عابد وزاہد

تھے۔ روزانہ نماز تہجد میں دو پارے پڑھنے کا معمول تھا۔ آپ کے تلامذہ اور مدرسہ تجوید القرآن کے خوشہ چیں ہندو پاک کے علاوہ صدہا مقامات پر ہزارہا کی تعداد میں پہنچے۔ مصنف تذکرہ قاریانِ ہند رقمطراز ہیں کہ "شیخ القراء عبدالخالق صاحب نے یک ہزار قراء بنائے"، مشاہیر تلامذہ میں صاحبزادہ محترم حضرت قاری محمد عبدالباری صاحب جانشین حضرت مؤلف ● استاذی المکرم حضرت قاری احمد سعید خاں صاحب خورجوی ● حضرت قاری محمد ابراہیم صاحب سہارنپوری ● حضرت مولانا قاری محمد ابرار الحق صاحب مدیر مجلس دعوۃ الحق ہردوئی ● حضرت مولانا قاری شریف احمد صاحب مہتمم مدرسہ گنگوہ ● جناب قاری شریف احمد صاحب صدر مدرس مدرسہ تجوید القرآن ● جناب قاری اللہ بندہ صاحب سہارنپور (انڈیا) ● جناب قاری غلام رسول صاحب مدرس مدرسہ کراچی ● جناب قاری عبدالقادر صاحب استاذ مدرسہ فاروقیہ بہاولپور ● جناب قاری ابوالحسن صاحب مدرس مدرسہ اشرفیہ سکھر سندھ (پاکستان) مدظلہم وغیرہ ہیں۔ تالیفات میں رسالہ ہذا اور کتاب القول الجمیل فی علم الترتیل (غیر مطبوع) ہیں۔ آپ نے ترپن ۵۳ سال تجوید و قرأت کی گرانبہا خدمات انجام دیں اور آخر میں کچھ عرصہ علیل رہ کر ماہ رمضان المبارک ۱۳۷۶ھ مطابق ۱۱ اپریل ۱۹۵۷ء روز پنجشنبہ کو بعمر مبارک اٹھتر سال سہارنپور میں واصل بحق ہوئے اور وہیں تدفین ہوئی۔ شرکاء جنازہ کا اس قدر ازدحام تھا کہ کاندھا دینا مشکل تھا۔

حضرت علیہ الرحمۃ کی سن وفات "ماہر تجوید و قرأت" سے نکلتی ہے فرحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃً واسعۃً
۱۳۷۶ھ

ابو سالم محمد اسمٰعیل صادق خورجوی
خادم قرآنِ کریم بمکہ معظمہ
۲۸ رمضان المبارک ۱۴۰۳ھ ہجری شب جمعہ قبل الفجر

تمت

۵؎ از جناب حافظ قاری محمد اسحاق صاحب سہارنپوری تلمیذ خاص حضرت مؤلف نور اللہ تعالیٰ مرقدہ ۱۲ منہ

گذارشاتِ محشّی

استاذِ استاذی شیخ القراء حضرت الحاج مولانا قاری محمد عبد الخالق صاحب علی گڑھی سابق صدر المدرسین مدرسہ، تجوید القرآن، محلّہ قاضی سہارنپور کی کتاب "تیسیر التجوید" ایک مشہور ترین کتاب ہے لیکن افسوس کہ ہندستان میں ایک زمانہ مدید تک بالکل نایاب رہی اور بڑی تلاش و جستجو کے بعد راقم السطور کو اس کا ایک نسخہ دستیاب ہوا جو درمیانی یعنی ۱۸×۲۲/۸ کے سائز میں صرف سولہ ۱۶ صفحات پر مشتمل اور ۱۳۵۶ھ کا مطبوعہ تھا جس کو بتوفیق اللہ تعالیٰ اسی وقت طبع کروایا گیا۔

اس کے بعد پھر دوسرا نسخہ دستیاب ہوا جو اسی سائز میں اور ہندستان ہی کا مطبوعہ ہے مگر پہلے نسخہ کی بہ نسبت بہت مفصّل ہے لہذا ارادہ ہوا کہ اب اس کو طبع کروایا جائے چنانچہ بفضلہ تعالیٰ یہ حلیۂ طبع سے آراستہ ہو رہا ہے اور چونکہ دونوں نسخوں میں بہت فرق ہے اور یہ نسخہ مفصّل اور حضرت مؤلف علیہ الرحمۃ کا نظر ثانی فرمایا ہوا ہے اس لیے التماس ہے کہ آئندہ اسی نسخہ کو طبع اور شائع کیا جائے پہلے نسخہ کو نہیں۔ پاکستان میں بھی یہی نسخہ طبع ہو رہا ہے۔

راقم السطور تہ قلب سے ان حضرات اور مخلصین کا شکر گذار ہے جنھوں نے اس کتاب کی طباعت سے متعلق کسی بھی طرح میری اعانت کی جن میں سے چند نام یہ ہیں

1. محترم جناب مولانا قاری عبد الجبار صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ دار العلوم دیوبند
2. مخلصم قاری محمد مشکور عالم صاحب مرادآبادی سلمہ اللہ تعالیٰ
3. نور چشم قاری مفتی محمد سالم خورجوی سلمہ اللہ تعالیٰ مقیم مکہ معظمہ
4. عزیزم قاری محمد اشرف خورجوی سلمہ اللہ تعالیٰ

اللہ ربّ العزت والجلال ان سب کو صحت و عافیت عطا فرمائیں اور حیات طیّبہ سے نوازیں۔

ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

العبد محمد اسمٰعیل صادق خورجوی

مدرس تحفیظ القرآن مکہ معظمہ

کتاب¹ ھٰذا ورسالہ قواعد² المبتدی وکتاب³ فیوضِ مکیہ (بروایۃ حفص) وکتاب⁴ تنشیط المبتدی (بروایۃ شعبہ) وکتاب⁵ وقوف المبتدی ملنے کے پتے

(۱) کتب خانہ اختری مظاہر علوم
سہارن پور۔ یوپی۔ انڈیا

(1) AKHTARI BOOK DEPOT
MAZAHIR ULOOM
SAHARANPUR U.P. INDIA

(۲) مکتبہ حبیبیہ دیوبند
ضلع سہارن پور۔ یوپی

(2) MAKTABA HABEEBYA
DEOBAND DISTT. SAHARANPUR
U.P. INDIA

(۳) نسیم بکڈپو، قاضی واڑہ
انصاری روڈ، خورجہ
(ضلع بلند شہر) یوپی

(3) NASEEM BOOK DEPOT
QAZIWARA, ANSARI ROAD
KHURJA (DT. BULANDSHAHAR U.P.)
Mobile : 9259486302

(۴) قراءت اکیڈمی
دارالعلوم فلاح دارین ترکیسر
سورت۔ گجرات

(4) QIRAAT ACADMY
DARUL-ULOOM FALAHE DARAIN
TARKESAR SURAT, GUJARAT

نہایت آسان و مفید اور جامع

تجوید و قرأۃ کی کتابیں

از حضرت قاری محمد اسمٰعیل صادق صاحب خورجوی مکی
سابق مدرس تحفیظ القرآن مکہ معظمہ

۱ قواعد المبتدی: تجوید کے تمام ابتدائی مسائل کی جامع اور نہایت ہی آسان و مفید کتاب جو ہندوپاک اور سعودی عرب کے بعض مدارس و مکاتب میں داخلِ درس بھی ہے۔

۲ فیوضِ مکیہ: علمِ تجوید اور روایتِ حفص کی تکمیل کے لیے انتہائی سہل اور جامع کتاب جو ہندستان کے گوشہ گوشہ کے علاوہ بہت سے ممالک پاکستان، بنگلہ دیش سعودی عرب۔ ساؤتھ افریقہ۔ لندن۔ افغانستان۔ امریکہ وغیرہ کے بہت سے شہروں میں پہنچ چکی ہے۔ بعض جگہ داخل درس بھی ہے۔

۳ وقوف المبتدی: علم وقف اور اس کے متعلقات پر تمام ضروری مسائل کی جامع اور بہت ہی آسان کتاب جو پاکستان میں بھی طبع ہو چکی ہے۔

۴ تنشیط المبتدی: قرأۃ عاصم کے دونوں راویوں حفصؒ اور شعبہ کے تمام اختلافات کی جامع اور انتہائی آسان کتاب کہ معمولی تعلیم یافتہ بھی روایتِ حفصؒ کے بعد اس کے ذریعہ امام عاصم کی پوری قرأۃ کا قاری بن سکتا ہے۔

ناشر

مدرسہ تعلیم القرآءت خُورجہ (بلند شہر) یوپی۔ انڈیا